ہمعصر شعرا کے خطوط

مرتبہ

ضیاء الاسلام

سلسلہ حلقہ ادب نمبر ۴　　　　صرف پرائیویٹ سرکلیشن کیلئے

الہ آباد پبلشنگ ہاؤس

الہ آباد

جون سنہ ۱۹۴۶ء

قیمت　　للعہ

باہتمام
حکیم رمضان علی پرنٹر، اسرار کریمی پریس الہ آباد

انتساب

آزاد، جوش، جگر اور ساغر

کے نام

یاد ایامیکہ خوردم بادہا با چنگ و نے
جام مے در دستِ من مینائے مے در دست وے

ترتیب خطوط

ترتیب بلاکس

پیش لفظ

آج پھر تا بہ چمن در پے گلہائے چمن
گنگناتا ہوا زنبورِ بہار آ ہی گیا

اِن خطوط کو یکجا کرنے کا صرف ایک مقصد ہے وہ یہ کہ اُردو ادب کی بعض بلند ہستیوں کی زندگی کے اُس رُخ پر روشنی پڑ سکے جو عام طور پر سوانح نگار اور نقّاد کے سامنے نہیں آتا اور شاعر یا ادیب کے ساتھ ساتھ نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ اِن خطوط میں سوانح نگار کے لئے اِن خط لکھنے والوں کے متعلق کافی مواد ملے گا جو شاید اور جگہ آسانی سے دستیاب نہ ہو سکے۔ اس کے علاوہ اِن شعرا کی زندگی کے پس منظر سے بھی سوانح نگار اور اُس سے زیادہ نقّاد کو فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے گا۔ اِن خطوط میں ان شعرا کی شخصیتوں کی جھلک ہی نہیں بلکہ مہر ثبت ہے۔ عہد حاضر میں شاید ہمارے ہم عصر شعرا کے خطوط کا اس قسم کا کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوا جس سے نظم لکھنے والوں کی نثر

اُردو ادب کے دامن کو خوشنما بنا سکے۔ یہ خطوط ان شعرا کے
مسلک اور مشرب پر روشنی ہی نہیں ڈالتے بلکہ اُن کے ہمہ گیر ذوق
اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔

اُمید ہے کہ اس مجموعہ کو وہ حضرات جن تک پہنچنے کی اس کو
سعادت ملے گی پڑھ کر ان شعرا کے کلام کی طرف اور ذوق شوق
سے ملتفت ہوں گے اور اُن کے کلام کی روح تک پہنچ سکیں گے۔

کوہ منصوری
۱۰ر جون ۱۹۴۶ء

ضیاءالاسلام

جوش ملیح آبادی

ادب = [illegible]

حق تو یہ ان ارباب "یقیں" سے پوچھو
صوفی سے، نہ شیخ سے، درس و دیں سے پوچھو
برداشت کی طاقت ہو تو ہر دو جہاں،
رندان خرابات نشیں سے پوچھو

جوش

[illegible] جناب [illegible]

۳۸۔ کارونیشن ہوٹل، دہلی

(۱)

مجھے آج ایک بجے آپ کا کارڈ ملا۔ اور پہلی فرصت میں میں حاضر ہوا، افسوس کہ آپ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ کل سات آٹھ بجے شب کو پھر قسمت آزمائی کرونگا ممکن ہے صبح ہی کو حاضر ہوں، لیکن یقینی نہیں ہے۔

جوشؔ

۳۸۔ کارونیشن ہوٹل، دہلی

(۲)

عزیزی

میں حسب وعدہ وقت مقررہ پر مع حضرت آزاد انصاری حاضر ہوا، اور ڈیڑھ گھنٹے تک انتظار کر کے اب واپس جا رہا ہوں۔

معلوم ہوا ہے کہ آپ آج ہی واپس ہو رہے ہیں۔ اسی لئے اس درخواست کا بھی موقع نہیں ہے کہ کل غریب خانہ پر ماحضر تناول فرمائیگا۔

نیازمند

جوشؔ

(۳)

کلیم
مدیر جوش ملیح آبادی

دہلی ۱۹ر جون ۱۹۳۶ء

مخترمی

گرامی نامہ شرف صدور لاکر باعثِ مسرّت ہوا' شکریہ قبول فرمائیے —— ہم نے آپ کی نظم کو جون کے واسطے رکھا تھا۔ کل دفتر جاؤں گا اور دریافت کروں گا کہ وہ جولائی کیلئے کیوں اٹھا رکھی گئی ہے۔

میں آپ کے ریویو' اور آپ کے ہمدردانہ مساعی کا نہایت شکر گزار ہوں —— کاش کبھی آپ کی خدمت میں نیاز بھی حاصل کر سکتا۔

کنور اعظم علی خاں صاحب کی غزل' اپنی جگہ بہت خوب ہے' لیکن شاید آپ کو خیال نہیں کہ "کلیم" میں صرف وہی غزلیں شائع ہوتی ہیں' جو مسلسل ہوں۔ اگر غزل میرے اصول کے خلاف نہ ہوتی تو نہایت خوشی کے ساتھ امتثالِ امر کرتا۔

سُنا ہے آجکل جگر مرادآبادی بجنور ہی میں ہیں' ملیں تو میرا سلام شوق کہدیجیے گا۔

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

نیازمند

جوش

مجھے آپ سے ایک شکایت ہے' دل چاہتا ہے وہ بھی لکھ دوں' یعنی آپ کے خط کی پیشانی کا بایاں گوشہ " MZ1 " سے آلودہ ہے' کیا انگریزی حروف کے بغیر ہمارا اب کوئی کام ہی نہیں چل سکتا؟

(۴)

کلیم

مدیر۔ جوش ملیح آبادی

دہلی ۲۰ جون ۱۹۳۶ء

مشفقی! گرامی نامہ شرفِ صدور لایا، شکریہ قبول فرمائیے، اشعار دوسرے نمبر میں شائع کر دیے جائیں گے۔

پانیر وغیرہ میں دوبارہ ریویو شائع فرمانے کے وعدہ کا پیشگی شکریہ قبول فرمائیے۔

میں علیل ہوں، ہاتھ میں رعشہ ہے، ورنہ بعض ضروری امور اور بھی لکھتا۔ اچھا ہو لوں تو لکھوں۔

آپ کی نوازشوں کا مکرر شکریہ۔

نیازمند
جوش

(۵)

کلیم

مدیر۔ جوش ملیح آبادی

دہلی۔ یکم جولائی ۱۹۳۶ء

مخلصی، گرامی نامہ ملا، شکریہ قبول فرمائیے۔

"انگریزی عالمگیر زبان ہو کر تمام عالم پر مسلّط ہو چکی ہے" کا اوّل تو میں بندہ پرور، قائل ہی نہیں، اور اگر اسے مان بھی لوں تو میری حمیّت قومی اسے گوارا نہیں کرتی کہ میں اپنی مادری زبان پر اسے ترجیح دوں۔

"کلیم" میں جہاں جہاں آپ نے اس قسم کی انگریزی آلودگی پائی ہے مجھے ضرور

مطلع فرمائیے۔

کیا واقعی یہ میرا "سودا" "سودائے فرہاد سے زیادہ نہیں"؟ اگر بھائی صاحب یوں ہی ہے تو میں آپکی خدمت میں عرض کرونگا کہ دنیا کے جتنے بڑے بڑے کارنامے ہیں، سب کے سب اس "سودائے فرہاد" کے اشارے پر ہوئے ہیں، بی عقل میں یہ زور کہاں کہ دنیا کو ہلا سکے۔

افسوس کہ اس وقت ہاتھ میں درد ہے، بمشکل لکھنے پر قادر نہیں ہوں، ورنہ تفصیل سے لکھتا۔ میں کل لکھنؤ جا رہا ہوں ایک مہینے کے بعد واپسی ہوگی۔

آپکا مرہون منت
جوش

(۶)

دہلی ۸ مئی ۱۹۳۷ء

مدیر جوش ملیح آبادی

شفیق محترم، آپ کے محبت نامے کا جواب بہت تاخیر کے ساتھ لکھ رہا ہوں، جس کی وجہ کوئی خاص مصروفیت نہ تھی، بلکہ یہ چاہتا تھا کہ ایسا موڈ پیدا ہو جائے کہ آپ کے رنگین خط کا جواب بھی رنگین دے سکوں۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ دن پر دن گزرے چلے جا رہے ہیں اور جواب میں تاخیر ہو رہی ہے، آج گھبرا کر جواب لکھ رہا ہوں، مگر اس حالت میں کہ قطعی کسی قسم کا رنگینی موڈ طاری نہیں ہے — رنگین موڈ تو بڑی چیز ہے، اس وقت گرمی کی وہ شدت ہے کہ حواس بجا نہیں ہیں، اُتار کا وقت یوں ہی

شدید ہوتا ہے نہ کہ گرمی کے موسم کا اُتار کا وقت۔

اس کے علاوہ بعض اوقات میرے ہات میں ایک عارضی رعشہ سا بھی پیدا ہو جاتا ہے جس کے ہاتوں دو حرف بھی سیدھے نہیں لکھے جاتے، اس وقت بھی عالم ہے۔

بہرحال مجھے یہ معلوم کر کے بڑی مسرّت ہوئی کہ آپ آجکل To let نہیں بلکہ "Engaged" ہیں۔ یہ دور نہایت ہی مبارک اور مسعود ہوا کرتا ہے، اور اگر کوئی چاہے تو ایک طرف تو اپنے ادبیات کو مالا مال کر سکتا ہے اور دوسری طرف اپنی روح کو نہایت بلند بنا سکتا ہے۔

آپ کے "برسرِ روزگار" ہونے سے جو مسرّت مجھے ہے، وہ شاید اور کسی کو ہو نہیں سکتی، کیونکہ میں اِس "برسرِ روزگار" ادارے کا لائف پریسیڈنٹ ہوں۔ اور اپنے ارکان کے اضافے پر فطری طور سے بشاش اور بحال ہوتا رہتا ہوں۔

آپ یقین فرمائیں اس روز ہوٹل میں آپ کی عدم موجودگی کا مجھے کوئی ملال نہیں کیا میں کسی مردِ مجاہد سے اس کا شکوہ کر سکتا ہوں کہ تو جنگ کا میدان چھوڑ کر مجھ سے کیوں نہیں ملا؟

اب آپ وہاں کب آ رہے ہیں، میں چشم براہ ہوں۔ خدا آپ کو اس جنّت میں زیادہ سے زیادہ مدّت تک رکھے اور مجھے بھی موقع دے کہ میں پریسیڈنٹ کی حیثیت سے یہ فردوس منظر خود بھی دیکھ سکوں۔

طبیعت اس وقت بہت خراب ہے، سر چکرا رہا ہے گرمی شدید ہے، اشد ہے۔ دم نکلا جا رہا ہے، ہات کانپ رہا ہے۔ مکان کی بالائی منزل پر تعمیر کا کام ہو رہا ہے سر پر بادل گرج رہے ہیں۔ توبہ۔ توبہ۔

نیازمند

جوشؔ

حضرت آزاد کا سلام شوق قبول فرمائیے۔ میری تمام کتابیں غالباً آپ تک پہنچ چکی ہونگی۔ نہ پہنچی ہوں تو لکھئے تاکہ بھیجدوں۔

(٧)

کلیم

دریا گنج۔ دہلی   ۳۱ر اگست ۱۹۳۷ء   مدیر۔ جوش ملیح آبادی

شفیق محترم، بیمار، اور سخت بیمار تھا، اس وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی، امید کہ آپ معاف فرمائیں گے۔ پرسوں خدا خدا کرکے بخار اترا ہے، لیکن گلے کی خراش اور ورم ہنوز باقی ہیں۔ گلے کا ورم اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ آواز بند ہو گئی تھی، اور کھانا تو کجا، پانی تک نہیں اترتا تھا، بلکہ ناک کے ذریعہ واپس ہو جاتا تھا۔

ستمبر نمبر میں آپ کی نظم شائع ہوئی ہے۔ کوئی ایسی ہی دوسری چیز بھی بھیجدیجئے مجاز اس اثناء میں آئے تھے، ناسازیٔ طبع کے باعث کچھ لطف پیدا نہ ہو سکا۔ کمزور اس قدر ہو گیا ہوں کہ اب لکھا نہیں جاتا۔ دہلی کب آئیگا؟

نیازمند
جوش

(۸)

کلیم

مدیر جوشؔ ملیح آبادی

دہلی، ۱۲ر ستمبر ۱۹۳۷ء

برادرم، باہر جا رہا ہوں۔ ریل کا وقت تنگ ہے۔
واپس آکر جواب لکھونگا۔ میری دلی تمنّا ہے کہ آپ کو تسکین نہ ہو اور یوں ہی
تڑپتے رہیں — کہ یہی حیات ہے۔

آپکا
جوشؔ

(۹)

کلیم

مدیر۔ جوشؔ ملیح آبادی

دہلی، یکم اکتوبر ۱۹۳۷ء

مخلصی، مدتِ دراز کے سفر کے بعد پرسوں دہلی آکر آپ کا خط ملا، جواب میں
تاخیر کی معافی چاہتا ہوں۔ میں ۱۷ر سے ۱۹ر نومبر تک دہلی میں ملوں گا۔ لیجئے ایک
صاحب تشریف لے آئے، اب خط کیونکر لکھوں۔

آپکا
جوشؔ

مجازؔ کا پیام:۔

آپ کا مضمون دوسرے مہینے میں ضرور شائع ہو جائیگا اور نظم بھی۔

(۱۰)

کلیم

مُدیر۔ جوشؔ ملیح آبادی

گسٹ ہاؤس پٹیالہ
۱۴ر نومبر ۱۹۳۷ء

برادرِ عزیز، سخت عجلت میں ہوں۔ اور ہجوم مشاغل سے دیوانہ ہو رہا ہوں۔
وہ "ایک بات" اس وقت بالکل ذہن میں نہیں ہے، خدا جانے اس وقت کیا لکھنا چاہ رہا تھا۔
آپ دہلی کب تشریف لائیں گے۔ میں ۵ یا ۶ر نومبر کو لکھنؤ میں ہونگا نمبر ۱ قیصر باغ یا آپ تشریف لائیں یا مجھے بجنور بلائیں۔ بجنور لکھنؤ سے کس قدر دور ہے؟
میری دعا ہے کہ آپ کو دردِ دل سے کبھی نجات نہ ملے۔

آپکا جوشؔ

(۱۱)

کلیم

مدیر۔ جوشؔ ملیح آبادی

دھلی

برادرِ مخلص، کچھ نہ پوچھئے کس عالم میں رہا، اور کس عالم میں ہوں، اور کس عالم میں مدّت تک رہنے کے قرائن پائے جا رہے ہیں۔ آپ خفا ہوں گے میرے خطوں کا جواب نہیں دیا، لیکن جب یہ سُنیں گے کہ کیوں جواب نہیں دیا تو مجھ پر ترس کھائینگے۔
دل دھڑک رہا ہے اور ہات کانپ رہا ہے، کیونکر لکھوں، اس پر طرّہ یہ کہ گرمی مارے ڈال رہی ہے۔ اچھا صاحب خدا حافظ پھر کبھی لکھونگا۔

مورخہ ۱۵ر مئی ۳۸ء

آپکا جوشؔ

(۱۲)

مدیر۔ جوشؔ ملیح آبادی

کلیم

دھلی، ۲۴ مئی ۱۹۳۸ء

مبارک باد مرگِ نو بہ ڈپٹی =

برادر مخلص، محبت نامہ پہنچا شکریہ۔ "ایک خاتون" کا کلام پہنچا، شعریت اس قدر نہیں، جس قدر "واقفیت" پائی جاتی ہے۔ اللہ آپ کو مبارک کرے اور راس لائے۔

گرمی، عدیم الفرصتی، بدحواسی۔ الامان والحفیظ!

تفصیلی حالات سے مطلع کیجئے، تاکہ دیدار کی خاطر خود حاضر ہوں۔

آپکا

جوشؔ

(۱۳)

مدیر۔ جوشؔ ملیح آبادی

کلیم

دھلی، ۲۵ اگست ۱۹۳۸ء

برادر مخلص،

میرا حال لکھنے کے قابل نہیں ہے، اگر مل گئے تو زبانی کہوں گا

آپکا جوشؔ۔ وہ جوشؔ جو حیرت ہے کہ ابتک زندہ ہے۔

جولائی اور اگست کا پرچہ حاضر ہے۔

(۱۴)

کلیم

مدیر: جوش ملیح آبادی

دہلی - ۱۶ر ستمبر ۱۹۳۶ء

برادر بجان برابر، کیا کہوں، اور کہوں تو کیونکر کہوں کہ کن آلام ہولناک کا شکار رہا اور اب تک کس روحانی کرب میں مبتلا ہوں۔

مرا حال لکھنے کے قابل نہیں ہے
اگر مل گئے تو زبانی کہوں گا

خلاصہ یہ کہ اس وقت زندہ ہوں، اور یہ معجزے سے کم نہیں ہے کہ زندہ ہوں۔ آپ بغیر سُنے اندازہ نہیں لگا سکتے۔

دہلی کب آئیگا۔ میں اپنا درد دل بیان کرنے کیلئے بیچین ہوں۔

پرچے آج ہی روانہ کر دئے جائیں گے ۔۔۔ "کلیم" کے پاس اس مہینے کیلئے اچھے مضامین نہیں ہیں۔ مجھ پر احسان ہوگا اگر آپ جلد تر کوئی علمی مضمون روانہ کر دینگے۔ یہ کوئی رسمی تقاضا نہیں، بلکہ شدید ضرورت کا معاملہ ہے۔ "تکلیف اٹھائیے" اور کوئی مضمون بھیج دیجئے۔

مجاز کے پتے سے مطلع کیجئے۔ اور بن پڑے تو زیادہ سے زیادہ اکتوبر تک یہاں پہنچ جائیے۔ میں ہمہ تن چشم انتظار ہوں۔

آپ کا

جوش مرحوم

(۱۵)

کلیم

مدیر: جوش ملیح آبادی

دھلی - ۱۱ر نومبر ۱۹۳۸ء

رفیق روحانی، میں ۱۹ر نومبر کو لکھنؤ آرہا ہوں، اُس وقت تک وہیں ٹھہریے گا۔ ورنہ میں غم سے دیوانہ ہو جاؤں گا۔

آپ کا پرستار
جوش

(۱۶)

کلیم

مدیر: جوش ملیح آبادی

دھلی - ۲۳ر نومبر ۱۹۳۸ء

برادر عزیز، خط پہنچا، موٹر کے حادثے میں خدا نخواستہ کوئی زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟ میں مضطرب رہوں گا جب تک کہ اپنی خیریت سے بالتفصیل مطلع نہیں کیجیے گا۔

پرچے روانہ کر دئے گئے ہیں۔

دہلی کا موسم خوشگوار ہو چلا ہے ۔ لیکن میری طبیعت اس وقت بے کیف سی ہو رہی ہے۔ اس لئے آپ میرے اس خط کو مختصر اور بے مزہ پائیں گے۔

آپکا مرحوم جوش

دہلی سے آجکل کوئی امتحان دینے لاہور گیا ہوا ہے اور اپنے رفیق سے منقطع ہو چکا ہے۔ رفیق، تجدید یگانگی کے واسطے ساعی ہے۔

(۱۷)

علیگڈھ، جنوری ۱۹۳۹ء

جانِ من، خدارا جلد آؤ

تمھارا شیدا

جوؔش

(۱۸)

کلیم

مدیر۔ جوؔش ملیح آبادی

دھلی۔ ۷ر فروری ۱۹۳۹ء

پیارے ضیاؔ، وہ خبر غلط تھی، شادی نہیں کی گئی ہے، لیکن چھوٹی بہن کے واقعات آجکل نہایت ہی پیچیدہ شکل اختیار کر چکے ہیں۔ حالات کا نشیب و فراز قابلِ دید ہے۔ ملاقات کے وقت تفصیل سے کہوں گا۔

اقبؔال کے ذریعے سے ہنوز وہ صورت پیدا نہیں کی جا سکتی۔

میں ۱۱ر فروری ۳۹ء کو لکھنؤ جا رہا ہوں، اگر میرٹھ راستے میں پڑا تو واپسی میں اتر پڑوں گا یا اِدھر آئیے گا تو زبانی کہونگا۔

میری طبیعت اب صاف ہو چکی ہے، لیکن احتیاطاً معالجہ جاری ہے۔

ساؔغر کہاں ہیں، ملیں تو سلام۔

آپ کا

جوؔش

["ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ تم جاگو رات بھر"]

(۱۹)

دھلی، ۱۴ر اپریل سنہ ۱۹۳۹ء

برادرم!

کاش میں اس روز ڈرنک میں آکر اپنے حالات سے آپ کو آگاہ نہ کرتا — مگر اب جب کہ آپ آگاہ ہو ہی چکے ہیں تو پھر مجھے یہ لکھنے میں شرم محسوس نہ کرنا چاہیئے کہ اگر سردست کل رقم کا بندوبست نہیں ہو سکتا ہے تو کم سے کم چھ سات سو روپے کا تو فوری بندوبست کر دیجیے تاکہ جن صاحب نے دعویٰ دائر کیا ہے، اور جو دو صاحبوں نے نوٹس دے دیئے ہیں کم سے کم انھیں سے نجات حاصل کر لوں۔

میں نے اپنے متعلق جو فیصلہ کر لیا ہے، وہ اپنی جگہ اٹل ہے، اور میں یہ خط آپ کو صرف اِتمام حجّت کیلئے لکھ رہا ہوں، اور میری اس رائے سے میری بیوی بھی متحد ہیں۔

بُرا نہ مانو تو ایک بات اور بھی کہہ دوں، یعنی میں یہ روپیہ قطعی طور پر بطور قرض طلب کر رہا ہوں، اور اس رقم کو اپنی کورس کی کتابوں سے، جو جلد منظور ہونے والی ہیں ادا کر دوں گا۔

عام طور پر قرض کو "مقراض محبت" کہا جاتا ہے، مگر ہم دونوں اس معیار سے بلند ہیں — اس لئے کہ میں، خواہ کچھ ہو جائے آپ کا قرض ادا کروں گا، اور اگر میں آپ کا قرض ادا کئے بغیر مر جاؤں تو بھی آپ ذرہ برابر پروا نہیں کریں گے۔

لیکن، میری جان، مجھے بچانے کی خاطر تم کسی خاص زحمت میں نہ پڑنا، آسانی سے ہو سکے تو روپیہ دینا، دشواری ہو تو زیادہ سعی نہ کرنا۔

قسمت کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔ اٹل!

تمہارا
مرحوم جوشؔ

جوابی لفافے پر "Private & Personal" ضرور لکھ دینا۔

(۲۰)

کلیم

دہلی، ۱۶/اپریل ۱۹۳۹ء
مدیر جوشؔ ملیح آبادی

بہت اچھا کیا آپ نے کہ مجھے مایوس کر دیا۔ آپ پر رحمت ہو۔

سوختہ سامان
جوشؔ

(۲۱)

حضرت ضیاء الاسلام، اگر میرا مزاج، اور انداز طبیعت آج بھی وہی ہوتا جو آج سے دس بارہ سال پیشتر تھا، تو یقین جانئے کہ میں آپ سے کبھی کا ترک تعلق کر چکا ہوتا۔ لیکن اب جب کہ انسانی سیرت کے مطالعے، زندگی کے تجربوں، اور تفکر و تدبر کے تسلسل نے میری عقل میں پختگی، جذبات میں سکون، طبیعت میں رواداری، نگاہ میں وسعت اور دل میں آفاقی ہمدردی پیدا کر کے مجھے قطعی ایک دوسرا انسان بنا دیا ہے، تو دراصل یہ بڑی غیر عادلانہ اور خلاف رواداری بات ہو گی کہ میں آپ سے قطع تعلق کر لوں — کیونکہ تنہا ایک آپ ہی اس کے مستحق نہیں۔ سب ہیں۔ میرے دائرۂ تعارف میں شاید ایک بھی قابل استثنیٰ نہیں — تو جب کہ ان سب سے میرے

تعلقات ہنوز باقی ہیں، میں کوئی وجہ نہیں پاتا کہ صرف آپ کو ترک کر دوں۔
میرے دائرہ تعارف و تعلق میں تو بہت سے افراد ایسے بھی ہیں، جن میں اُن انسانی محاسن کا صرف آٹھواں حصہ ہے، جو آپ کی ذات کے اندر پائے جاتے ہیں، لیکن میرا تعلق آج بھی ان سے باقی ہے۔ اور جب ان تک سے میرا تعلق باقی ہے تو پھر ضیاء الاسلام سے کیوں نہ باقی رہے، جو ان لوگوں سے نسبتہً بہت بہتر ہیں۔

اس لئے میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ میں نے تعلقات کا رشتہ آپ سے منقطع نہیں کیا ہے، اور میں ہر اس لمحے کو، اگر مبارک نہیں، تو کم سے کم، شیریں ضرور سمجھوں گا، جو ہمیں یکجا کر دیگا۔

میں ایک بدنامی اور تلخی کی حد تک صاف گو انسان ہوں۔ اس لئے اگر میں اس خط میں یہ لکھوں کہ آپ مجھے اکثر یاد آتے ہیں (گو یاد میں پہلی سی تڑپ باقی نہیں رہی ہے)، اور میرا دل آپ کی ملاقات کی تمنا میں بار بار گرفتار ہوا کرتا ہے (ہر چند تمنا میں پہلی سی آگ موجود نہیں رہی ہے) تو میں آپ کی شرافت سے یہ توقع ضرور رکھتا ہوں کہ آپ میری بات کو غلط نہیں سمجھیں گے۔

مجھے یہ معلوم کر کے معمولی سے زیادہ اور غیر معمولی سے کم صدمہ ہوا کہ آپ لکھنؤ میں "بمبئی ہوٹل" اس وقت پہنچے جب کہ میں وہاں سے چلا جا چکا تھا — اگر آپ سے وہاں ملاقات ہو جاتی، تو حیات ارضی کے چند لمحے، اپنی تلخی سے بیگانہ ہو کر، میرے دل کو مسرت سے دو چار کر دیتے۔

میں شاہجہاں پور آنے سے معذور ہوں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ جب کبھی آپ لکھنؤ جانے کی خاطر ادھر سے گزریں تو حسب گنجائش وقت ملیح آباد اُتر پڑیں۔

(۲۲)

بنارسی باغ۔ لکھنؤ

۲۴ مارچ سنہ ۴۱ء

شفیق محترم،

اگر آپ کے گھر مشاعرہ ہوتا تو میں قرض لے کر، یا دریوزہ گری کر کے حاضر ہوتا، مگر جب کہ دوسرے لوگ مشاعرہ کر رہے ہیں تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ میں اپنا اصول توڑ ڈالوں۔

اہل مشاعرہ سے نہایت صفائی کے ساتھ کہہ دیجئے کہ اگر سیکنڈ کلاس کے کرایے کے علاوہ وہ سَو روپئے روانہ کر دیں گے تو میں مشاعرے میں شریک ہونگا۔ ورنہ کسی صورت سے ممکن نہیں۔

میں نے یہ اصول نہایت ہی مجبوری کی بنا پر قائم کیا ہے، ہر چند میری فطرت کو اس سے اکراہ ہے، مگر میرے حالات کو یہ سازگار ہے۔

آپ سے میں بہت ناخوش ہوں، اور چونکہ وہ ناخوشی خلوص پر مبنی ہے، اور اس کی تہ میں محبت کا جذبہ کارفرما ہے، اس لئے میں اسے بہت جلد بذریعہ شکوہ و شکایت، دل سے نکال دینا چاہتا ہوں، اگر شاہجہاں پور آیا تو اپنے دل کی بھڑاس جی کھول کر نکال لوں گا۔

اہل مشاعرہ سے کہہ دیجئے گا کہ وہ مجھ سے مول تول نہ کریں، اگر وہ میری شرط منظور نہیں کر سکتے تو آپ کو خواہ مخواہ دوبارہ خط لکھنے کی ہرگز تکلیف نہ دیں۔

آپ کا نیازمند

مرحوم جوش

آل انڈیا مشاعرہ شاہجہانپور (٥ اپریل سنہ ۱۹۴۱ع) منعقدہ مرتب نشر ہو رہا ہے - جگر مرادآبادی (مائکروفون پر) صدر مشاعرہ کریم الرضا خان صاحب کے برابر بیٹھے اپنا کلام سنا رہے ہیں جوش ملیح آبادی، ساغر نظامی، مجاز، نخشب دل شاہجہانپوری، روش صدیقی، احسان دانش اور سیماب اکبرآبادی، شریک مشاعرہ ہیں

دو مشاعروں کی دعوتیں اور بھی آئی ہوئی ہیں، جن میں سے ایک کی "تاریخ"
شاہجہاں پور کے مشاعرے سے ٹکرا رہی ہے، اس لئے براہ کرم جلد جواب دیجئے گا
ورنہ میں ان مشاعروں کی دعوت قبول کرنے کے بعد پھر کسی شرط سے بھی حاضر نہ ہو سکونگا۔

(۲۴)

حبیبی و مخلصی

ریل میں خیال آیا کہ آپ کے محبت نامے کا جواب اس وقت کیوں نہ دیدوں۔
اس خبر نحس نے کہ آپ جون میں کشمیر نہ جا سکیں گے دل کے ساتھ وہ کیا جو بجلی
نشیمن کے ساتھ کرتی ہے۔

اب بسا آرزو کہ خاک شدہ!

مہربانی فرماکر مطلع کیجئے آپ لکھنؤ کب آرہے ہیں، اس بار اگر مجھے فراموش کر دیا
تو میرے اور آپ کے مابین دوسری مہابھارت کی جنگ ہوگی۔ اور میں ارجن کا پارٹ
اس طرح ادا کروں گا کہ آپ کا سینہ چھلنی ہو جائیگا۔
ساغر ملعون، جو "سیمابی و نظامی" ہے، لکھنؤ آیا، لیکن مجھ سے ملنے نہیں آیا ــــــ
یہ لونڈا سوداگر ہے پورا سوداگر۔

جوشؔ مرحوم
۲۵ / مئی ۱۹۴۱ء
از ریل گاڑی (اسٹیشن "کاکوری شریف")
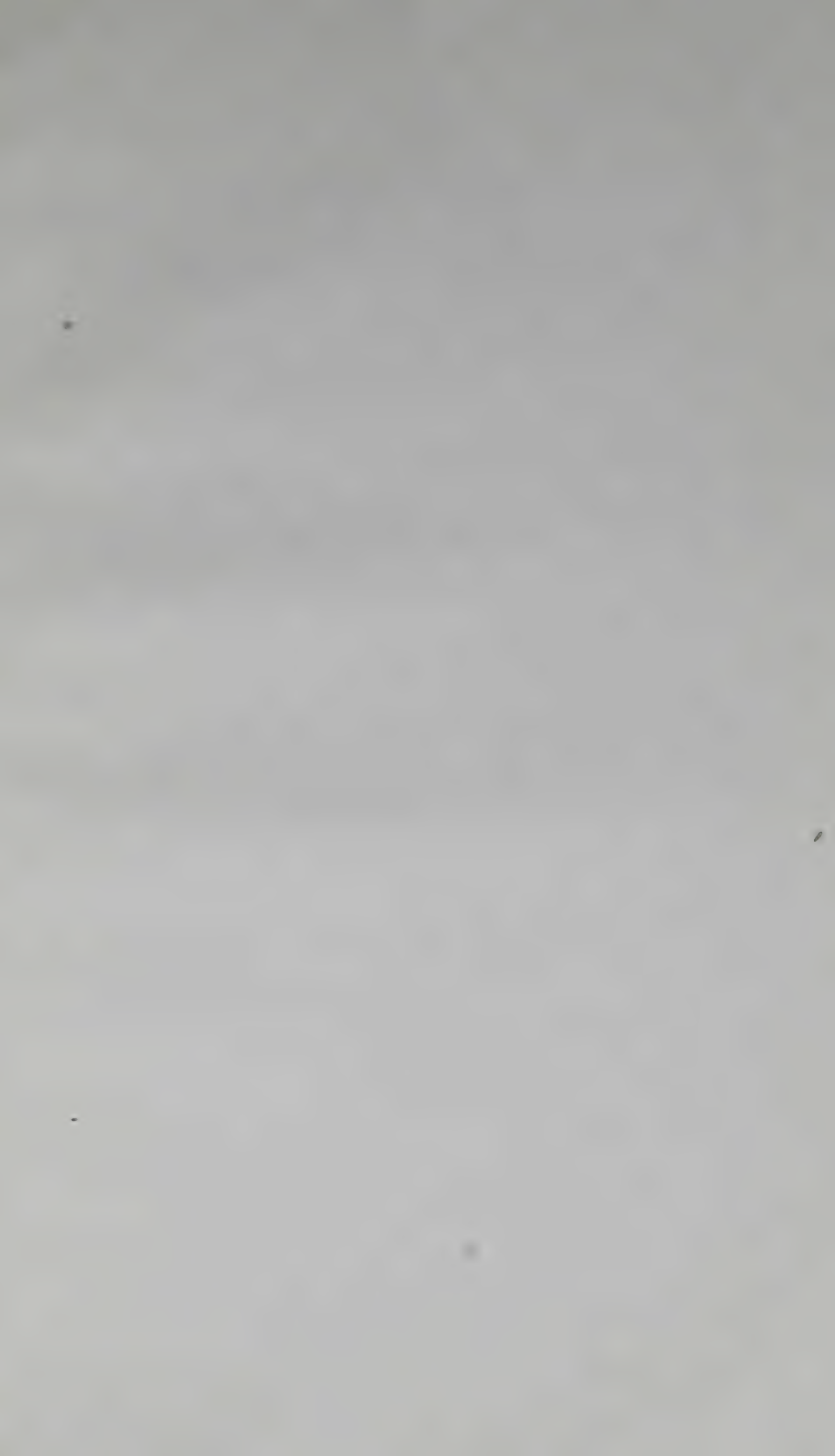
جگرؔ مرادآبادی

سینے پہ جو گذری ہے

وہ لب پہ تو آ ز گتا جائے

جگر

حضرت جگر مرادآبادی غزل گو شعرا کی صف اول میں تو جگہ رکھتے ہی ہیں لیکن احباب کو یہ معلوم نہیں کہ کبھی کبھی سہرا بھی کہہ دیتے ہیں حال ہی میں خاں صاحب جناب سید احمد علی صاحب (Asistant Settelment officer) اسسٹنٹ سیٹلمنٹ آفیسر کی صاحبزادی کی شادی بجنور ہی سے ہوئی ہے۔ حضرت جگر مرادآبادی نے جو سہرا اس موقع پر لکھا ہے وہ محترمی جناب ضیاءالاسلام صاحب ایم۔اے علیگ ڈپٹی مجسٹریٹ بجنور نے ازراہ کرم "سرگذشت" کو عنایت فرمایا جو نذر ناظرین ہے۔

یہ سہرا نہیں حسب دستور سہرا — یہ سہرا ہے نورِ علیٰ نور سہرا
سر بزم لیتا ہے رُخ کی بلائیں — بہت شوخ و گستاخ مغرور سہرا
لطافت کے ہاتھوں سے گوندھا گیا ہے — محبّت کی خوشبو سے معمور سہرا
سر سیّد اختر حسن تک پہنچ کر — مسرّت کے نشہ میں ہے چور سہرا
یہ محبوب نوشہ یہ پُر نور سہرا — یہ سہرا ہے کیا چشم بد دور سہرا

جو ماں باپ کی ہے یہ آنکھوں کی ٹھنڈک
تو ہے چشم احباب کا نور سہرا

ماخوذ از سرگذشت علیگڈھ
مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۳۷ء

(۱)

جگر نواز۔ زید کرمہٗ

ابھی تک مراد آباد میں مقیم ہوں آپ تک نہ پہنچ سکا یقین کیجئے کہ مجھے خود بھی عدم ایفار وعدہ کا صدمہ ہے۔ یہاں میری تحریک کی بنا پر ایک علمی ادارہ قائم ہوا ہے۔ اور اپنے ابتدائی مراحل سے گذر رہا ہے۔ دوسرے تیسرے دن برابر اجتماعات ہوتے رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے تعویق ہوئی۔

لیکن یہ یقینی ہے کہ شاہجہاں پور ضرور ضرور پہنچوں گا اور مستقبل قریب ہیں۔ اس وقت تکلیف توجہ ایک خاص مقصد کے ماتحت دے رہا ہوں یعنی یہ کہ میرے ایک بہت ہی عزیز مخلص اور سچے مُحبّ تجارتی کاروبار کے سلسلے ہیں شاہجہاں پور آرہے ہیں۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ آپ ہی کے یہاں مقیم ہوں۔ آپ کو اور کیا توجہ دلائی جائے بجز اس کے کہ آپ جو کچھ اُن کی اعانت فرمائیں گے میں اُس اعانت کو خود اپنی اعانت سمجھونگا۔

محض لفظی طلسم بندیوں، اور رسمی تصنعات وتکلفات کا اہل نہیں اس لئے بہت سادہ الفاظ میں جو کچھ اس روا روی میں بن پڑا لکھ دیا۔

مخلص:۔ جگر مراد آبادی
بر مکان قیصر مرزا صاحب مفتی ٹولہ
مراد آباد

(۴)

مجبی و مخلصی زید کرمہ

السلام علیکم، میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ شاہجہاں پور دو ایک دن کیلئے ضرور ٹھہروں گا۔ اب اس کا وقت آگیا ہے۔ ابھی تک مرادآباد ہی میں قیام رہا، تین چار دن کیلئے علی گڑھ ضرور گیا تھا۔ یقیناً ۲۰ر جولائی کو کسی ٹرین سے روانہ ہو جاؤں گا۔ اور اگر کاہلی نے فرصت دی تو تاریخ و وقت روانگی سے بھی صحیح طور پر مطلع کر دوں گا۔

جگر مرادآبادی عفی عنہ

از:۔ مرادآباد محلہ گھیر سید خاں

مکان حافظ حامد علی خانصاحب رئیس

نذر محبت

بخدمت مجبی و مخلصی جناب ضیاء الاسلام صاحب

یہ تو نہیں کہ عرضِ غم درخورِ اعتنا نہیں
عالمِ حسن کو مگر فرصتِ ماسوا نہیں

نالۂ جاں فروز، یا، نغمۂ غم فزا نہیں
اے دلِ فتنہ آفریں تو ہے اگر تو کیا نہیں

پیشِ نظر ہے حسنِ دوست حسن کے ماسوا نہیں
عشق میں مبتلا ہوں میں کفر میں مبتلا نہیں

اے مرے حاصلِ حیات گوشۂ چشمِ التفات
ایک نگہ تو ہے بہت نیم نگہ میں کیا نہیں

غیر نے کچھ اگر کہا رنج کرے تری بلا
تو ہی جو باوفا نہیں کوئی بھی باوفا نہیں

بیٹھے ہیں بزمِ دوست میں گم شدگانِ حسنِ دوست
عشق ہے اور طلب نہیں نغمہ ہے اور صدا نہیں

پھول وہی چمن وہی، فرق نظر نظر کا ہے
عہدِ بہار میں تھا کیا دورِ خزاں میں کیا نہیں

اُف یہ کرشمہ کاریاں ہائے یہ ربطِ حسن و عشق
مجھ پہ کوئی نظر نہیں تیری کوئی خطا نہیں

خشک نہ لب نہ آنکھ تر واہ رے حضرتِ جگرؔ
جیسے کہ دور کا بھی اب عشق سے واسطہ نہیں

جگر مرادآبادی عفی عنہ
بریلی اسٹیشن:- ۲۲ جون ۱۹۳۹ء ۹½ بجے شب

آرٹ کی بقا قوم کی ملی و ملکی خصوصیات میں ہے اور بس۔
جگر عفی عنہ

منذر محبت:۔ بخدمت گرامی جناب سید ضیاء الاسلام صاحب ڈپٹی کلکٹر

پھر دل ہے قصد کوچۂ جاناں کئے ہوئے
رگ رگ میں نیش عشق کو پنہاں کئے ہوئے

پھر چشم شوق دیر سے لب زیر شکوہ ہے
قطروں کو اشک کو طوفاں کئے ہوئے

پھر جانِ بیقرار ہے آمادۂ فغاں
سو حشر ہر سکوت میں پنہاں کئے ہوئے

پھر کیفِ بیخودی میں بڑھا جا رہا ہوں میں
سب کچھ نثارِ شوقِ فراواں کئے ہوئے

پھر ہے نگاہ شوق کو دیدار کی ہوس
مدت ہوئی ہے جرأتِ عصیاں کئے ہوئے

پھر بڑھ چلیں جنونِ تمنا کی شورشیں
برہم نظامِ عالمِ امکاں کئے ہوئے

پھر عشق سادہ لوح کو ہے جستجوئے شوق
گہرائیوں میں روح کی پنہاں کئے ہوئے

رخصت پھر اے سکوت کہ برسوں گذر گئے
نغمات سرمدی کو پریشاں کئے ہوئے

پھر لے چلی ہے وحشتِ دل شہر حسن میں
جنسِ گرانِ عشق کو ارزاں کئے ہوئے

پھر بڑھ چلا ہے جوشِ طلب راہِ دوست میں
سو فتح ہر شکست پہ قرباں کئے ہوئے

پھر عزلتِ خیال سے گھبرا رہا ہے دل
ہر وسعتِ نگاہ کو زنداں کئے ہوئے

پھر سوئے خلدِ حسن کھنچی جا رہی ہے روح
ہر جنتِ نظارہ کو (؟) کئے ہوئے

پھر جی یہ چاہتا ہے کہ بیٹھے رہیں جگر
اُن کی نظر سے بھی انھیں پنہاں کئے ہوئے

جگر مرادآبادی عفی عنہ
۱۲ ستمبر ۱۹۳۹ء
ونڈرمیر شملہ

منذر محبت:۔ بخدمت مکرم و محترم جناب ضیاءالاسلام صاحب ڈپٹی کلکٹر

آتے ہیں پھر وعزمِ دل وجاں کئے ہوئے | پلکوں کی اوٹ حشر کا ساماں کئے ہوئے
پھر اُٹھ رہی عارضِ پُرنور سے نقاب | نظارۂ نظر کو پریشاں کئے ہوئے
پھر شام وصبح زلف ورخِ یار ہیں بہم | ایماں کو کفر، کفر کو ایماں کئے ہوئے
پھر اُٹھ رہی ہے جانبِ دل چشمِ شرمگیں | اک اک نظر میں پرسشِ پنہاں کئے ہوئے

پھر حسن منفعل متبسم ہے زیرِ لب
یک قطرہ اشک زینتِ مژگاں کئے ہوئے

جگر مرادآبادی عفی عنہ
۱۲ ستمبر ۱۹۳۹ء
ونڈرمیر شملہ

غزل

جگر مرادآبادی

نگاہوں کا مرکز بنا جا رہا ہوں
محبت کے ہاتھوں لٹا جا رہا ہوں

میں قطرہ ہوں لیکن بآغوشِ دریا
ازل سے ابد تک بہا جا رہا ہوں

مبارک مبارک مری یہ فنائیں
دو عالم پہ چھاتا چلا جا رہا ہوں

وہی حسن جس کے ہیں یہ سب مظاہر
اسی حسن میں حل ہوا جا رہا ہوں

یہ کس کی طرف سے یہ کس کی طرف کو
میں ہم دوشِ موجِ فنا جا رہا ہوں

نہ جانے کہاں سے نہ جانے کدھر کو
بس اِک اپنی دُھن میں اُڑا جا رہا ہوں

مجھے روک سکتا ہو کوئی تو روکے
کہ چھپ کر نہیں برملا جا رہا ہوں

مرے پاس آؤ یہ کیا سامنے ہوں
مری سمت دیکھو یہ کیا جا رہا ہوں

نگاہوں میں منزل مری پھر رہی ہے
یونہی گرتا پڑتا چلا جا رہا ہوں

تری مست نظریں غضب ڈھا رہی ہیں
یہ عالم ہے جیسے اُڑا جا رہا ہوں

کدھر ہے تو اے غیرتِ حسن خود بیں
محبت کے ہاتھوں بکا جا رہا ہوں

نہ ادراکِ ہستی نہ احساسِ مستی
جدھر چل پڑا ہوں چلا جا رہا ہوں

نہ صورت نہ معنی نہ پنہاں نہ پیدا
یہ کس حُسن میں گم ہوا جا رہا ہوں

محبی و مخلصی زید کرمہٗ

السلام علیکم، میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ شاہ جہاں پور دو ایک دن کے لئے ضرور ٹھہروں گا۔ اب اس کا وقت آگیا ہے۔ ابھی تک مراد آباد ہی میں قیام رہا۔ تین چار دن کیلئے علی گڑھ ضرور گیا تھا۔ یقیناً ۲۰/ جولائی کو کسی ٹرین سے روانہ ہو جاؤنگا۔ اور اگر کاہلی نے فرصت دی تو شاید تاریخ و وقت روانگی سے بھی صحیح طور پر مطلع کر دونگا۔

جگر مراد آبادی

از:۔ مراد آباد۔ محلہ گھیر سید خاں
مکان حافظ حامد علی خاں صاحب رئیس

(۲)

گونڈہ :۔

جگر نواز زیدہ کرمہٗ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپ سے ملنے کو کس قدر جی چاہتا ہے؟ آپ خود بھی اپنے دل کا جائزہ لیکر اندازہ کر سکتے ہیں، انھیں مواقع پر حکیمانہ دل و دماغ والا انسان پرکھ کر اپنے دل کو سمجھا لیتا ہے کہ "تعلق خاطر اگر صحیح معنوں میں تعلق خاطر ہے تو زمان و مکان کوئی چیز نہیں ملاقات جس کا نام ہے وہ یوں بھی متعلق ہی رہتی ہے۔ اس دنیا میں بے شمار انسان ایسے ہیں جو زیادہ سے زیادہ ملتے رہنے کے باوجود کبھی نہیں ملتے۔ چند جائز و ناجائز اغراض مشترک ہوتے ہیں اور بس، لیکن کم اور کم تر انسان ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو بہت کم ملتے ہیں لیکن بہت زیادہ ملتے رہتے ہیں، صداقت اور خلوص کے ساتھ جس وقت

کسی کو یاد کیا جاتا ہے تاممکن ہے کہ اُس پر بھی ٹھیک وہی عالم نہ گذرے، بشرطیکہ دوسرے مشاغل اُسے اپنی طرف متوجہ ہونے کا موقع دے سکیں لیکن دوسری صورت میں بھی غیر شعوری طور پر کام ہوتا رہتا ہے۔

آپ مجھے شاہجہاں پور کے مشاعرہ میں طلب کرتے ہیں، اب اُس کے متعلق کیا کہوں کیا نہ کہوں، تاہم محض اس لئے کہ آپ مجھے بہت عزیز ہیں۔ کسی قدر تفصیل کے ساتھ مشاعروں کے متعلق اپنے خیالات کا خاکہ پیش کرونگا۔ اس ذیل میں شاید اور بھی چند مباحث سامنے آجائیں، ڈرتا ہوں "کہیں آپ گھبرانہ اُٹھیں" لیکن اس کے سوا چارہ کار ہی نظر نہیں آتا۔

کئی نسلوں سے مغربی استیلا و تسلط کی گرفت اس حد تک ہماری زندگی اور زندگی کے ہر شعبہ پر ہو چکی ہے کہ اب اس سے مفر کی بہ ظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ "شامہ، ذائقہ، سامعہ، باصرہ" ان میں سے کون سی استعداد ہے جس پر مغرب کا استیلا نہیں۔ یہاں تک میں تو یہ سمجھنے کے لئے مجبور ہوں کہ ہماری زندگی تمام و کمال نقالی ہی نقالی بن کر رہ گئی ہے۔ ہر قوم کی بقا کا راز، اس کی خصوصیات اور اسکے ما تحت۔ اس کے مزاج عقلی میں مضمر ہے، آئیے اب ذرا اپنے یہاں کے فنون لطیفہ پر بھی اس حیثیت خاص سے نظر ڈال لیجئے، اور تمام فنون لطیفہ کے مقابلے میں، شعر و نغمہ، زیادہ لطیف و نازک ہیں، دوسرے قسم کے آرٹ میں نقالی صاف نمایاں ہو جائے گی۔ جس طرح ایک تصویر یا ایک عمارت دیکھ کر مصوّر معمار کے مزاج قومی کا صحیح اندازہ کر لیتے ہیں بعینہٖ اسی طرح "شعر و ادب" کی روح ہمارے سامنے آجاتی ہے لیکن اگر ایسا نہیں ہے، تو ہم اور ہماری زبان صرف ذریعہ ہیں کسی قوم کے مزاج و مذاق کی نقالی کا۔

شرکائے آل انڈیا مشاعرہ شاہجہانپور مرتب کے مکان پر دعوت چائے کے بعد (٦ اپریل سنہ ١٩٣١ ع) مجاز جوش ملیح آبادی، ساغر ضیاءالاسلام، احسان دانش، نخشب، جگر مرادآبادی، روش جوالاپوری، اصغر شاہجہانپوری، دل شاہجہانپوری، مولوی کریم الرضا خان اور مسٹر فضل الرحمن خان ایم ایل اے تصویر میں پہچانے جا سکتے ہیں

ہندوستان میں ناقدین کا گروہ اس قدر پست و گمراہ و کور چشم بن چکا ہے کہ
اسے کھلی کھلی، اور ابتدائی امور ضروری تک کی خبر نہیں، کیا اس کا پہلا فرض نہیں کہ
وہ ممالک کی آب و ہوا کے ماتحت، مشرق و مغرب کے مزاج کا صحیح تعین کر لینے کے
بعد آگے قدم اٹھائے۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ غلامانہ ذہنیت کا یہ عالم
ہے کہ مشرق کی ہر چیز کی تنقید مغربی نقطۂ نگاہ سے کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ استناد و
دلائل میں بھی ہمارے ناقدین کی تمام و کمال توجہ مغرب ہی کی جانب منعطف رہتی ہے۔
میں نے اپنے ایک مشہور شاعر دوست کی زبانی (جنھیں میں اپنی جگہ صرف ناظم سمجھتا
ہوں) جب یہ سنا کہ "حالات و واقعات نئے نئے ہیں۔ زندگی نئی نئی شاہراہوں سے
گذر رہی ہے، اس لئے ہمارے شعر و ادب کو نئے نئے خیالات نئی نئی دنیا پیش کرنی
چاہئے" تو میری حیرت کی انتہا نہ رہ گئی، میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر
فی الحقیقت ایسا ہی ہے تو وہ اپنے شعر و ادب کے تمام دفتر میں سے صرف "ایک شعر"
ایسا پیش کریں، لیکن وہ ایسا نہ کر سکے، اس لئے کہ در اصل بنیادی طور پر دنیا میں نہ
کوئی خیال نیا ہے نہ کوئی جذبہ۔ لیکن ہنوز ان کی زبان سے ایسا جملہ کیوں ادا ہوا۔
آپ خود اندازہ کر لیجئے، انھیں دوست کے متعلق ایک لطیفہ اور سن لیجئے۔ مغرب کے
بعد ان کے یہاں آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ بد قسمتی سے میں بھی آن پھنسا۔ دور پر دور
چل رہا تھا، غزل کے خلاف جملے پر جملے کسے جا رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ ان کی
کیفیتوں کو مکدر نہ ہونے دوں لیکن حاضرین کی نگاہوں کے مطالبات آخر رنگ لاکر
رہے، میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا، آپ زندگی کے حقائق پیش کرتے ہیں۔
لیکن غزل گو شعرا کی دنیا محض "حسن و عشق"۔ زندگی صرف حسن و جمال عشق و محبت

تک محدود نہیں، تو میں صرف ایک جملہ کا جواب چاہتا ہوں، یعنی یہ کہ آپ زندگی تو پیش کرتے ہیں لیکن سوال یہ کہ کس کی زندگی" اپنی یا دوسرے کی" فرمانے لگے کیا معنی؟ اب مجھ میں تاب تحمل باقی نہیں رہ گئی تھی، میں نے کہا اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ اپنی زندگی اور اس تاثرات پیش کرتے ہیں تو آپ بھانڈ، بھروپیئے، یا آج کل کے الفاظ میں "ایکٹر"۔ اسی ذیل میں یہ عبرتناک واقعہ بھی سُن لیجیے، گونڈہ میں یوم "ادب" کے سلسلے میں ذوقی صاحب کے تعلقات خاص کے ماتحت سوشلسٹ شعرا کا ہجوم تھا، میں یہاں موجود نہ تھا۔ اب جو حالات سامنے آرہے ہیں وہ نہایت دلچسپ بھی ہیں اور افسوسناک بھی۔ ان تمام سوشلسٹ حضرات نے مشاعرے کے سلسلے میں چار دن قیام فرما کر تین سو ساڑھے تین سو روپیہ کی شراب سے شغل کیا۔ خدا جانے کہاں سے کہاں بہکا اور اُڑا چلا جا رہا ہوں، لیکن خیر، ان بے ربطیوں میں بھی خلوص و محبت کوئی نہ کوئی رہ پیدا ہی کر لیتے ہیں۔

مشاعروں کو اور خصوصاً مشاعروں کی موجودہ ہیئت کو میں ہر اعتبار پر مخرب اخلاق اور قوم و ملک کے لئے مہلک تصور کرتا ہوں، میرا نظریہ ہے کہ تمام فنون لطیفہ اپنے اپنے مدارج کے اعتبار پر لذت رکھتے ہیں، نشہ رکھتے ہیں، اور پرواز لذت کے بعد زیادہ حصول لذت کی طلب قدرتی امر ہے نتیجہ کے طور پر قوائے عمل کا ان لذتوں اور نشہ آور کیفیتوں میں محو و مستغرق ہو جانا لازم و ملزوم۔

میرا خیال ہے کہ ہر "لذت" کا تعلق پستی اور عمومیت سے ہے، اعلیٰ و ارفع بلند و بالا مقاصد ہمیشہ محبت و جانفشانی چاہتے ہیں۔ مذہبی حضرات کہتے ہیں کہ عقبےٰ میں "پل صراط" سے گذرنا ہوگا، حالانکہ میرے نزدیک زندگی اور دُنیا کا شعبہ پل صراط سے کم نہیں۔

میں مشاعروں میں جن مجبوریوں کے ماتحت شریک ہو جاتا ہوں خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ اگرچہ قوائے عمل میں بیداری پیدا ہو چکی ہے۔ لیکن ابھی تک اپنی اصلی حالت پر نہیں آسکے، یہی سبب ہے کہ میں اپنی اس اخلاقی کمزوری کا حق ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ بعض غیر حق و غیر مستحسن امور کے متعلق بھی اپنے احباب کے اصرار کو رد نہیں کر سکتا، ان کی نزاکت طبع کا احساس اس حد تک ہے کہ اس حد تک ہونا نہیں چاہئے۔ آہستہ آہستہ ترقی کر رہا ہوں، انشاءاللہ وہ دن بھی قریب ہی آنے والا ہے جب میں یک سر مشاعروں کی شرکت اپنے اوپر حرام سمجھ لونگا۔

ہندوستان کے گوشے گوشے میں مشاعروں کی وبا پھیلی ہوئی ہے اور ہر مقام سے احباب کا اصرار ہوتا ہے کہ مشاعرہ میں شرکت کروں۔ میری عمر اور صحت دونوں اس قابل نہیں رہ گئے کہ ان اذیت آفریں، ہنگاموں میں جان کھپاتا پھروں۔ اسی لئے میں نے اپنے اوپر چند شرائط عائد کر رکھے ہیں اور ان پر سختی سے قائم ہوں۔ استثناد کی گنجائش کیونکر روا رکھی جاسکتی ہے اس لئے ایک استثنا کے معنی یہ ہوئے کہ دیانت کے ساتھ مجھے دوسرے احباب کو استثنا سے محروم نہ رکھنا چاہئے۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

ایک الزام عام طور پر مجھ پر عاید کیا جاتا ہے اور وہ "ادب فروشی" کا حالانکہ میں نے خود اپنے مجموعہ کلام سے بھی برائے نام ہی فائدہ اٹھایا ہے۔ میں اپنے شعر و ادب کی عظمت محسوس کرتا ہوں، کیا اس کی قیمت چند روپئے ہو سکتے ہیں۔ "شرائط میں سے پچاس روپیہ اور سکنڈ کلاس کا کرایہ" کیا یہ شعر و ادب کی قیمت ہو سکتے ہیں، اور کیا شاعر اپنی صحت، و آرام کا کوئی حق نہیں رکھتا۔

اسے آپ بہانہ تصور نہ کریں بلکہ بطور حقیقت بیان کرنا ہی پڑتا ہے یعنی یہ کہ میری سرشت ہی وفا و وضع داری ہے، میں سچے خلوص و محبت کے مقابلے میں، بڑی سی بڑی اُس نعمت کو جسے دنیا والے نعمت کہہ کر پکارتے ہیں ٹھکرا سکتا ہوں، اور یہی نہیں بلکہ ٹھکرا چکا ہوں، اور آئندہ بھی توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس صفت کو برقرار رکھے گا۔
لیکن بڑی مصیبت یہ ہے کہ احباب کم تر تو محض اپنی محبت کے ماتحت اور بیش از بیش صرف حظ نفس اور دوسروں کی خاطر تصویر کا صرف ایک ہی رخ دیکھنا چاہتے ہیں، اور جہاں وہ (خواہ وہ کتنے ہی صحیح اور جائز اصول کے ماتحت کوئی عذر پیش کیا جائے) اپنے اغراض کو صدمہ پہنچتا دیکھنے میں خفا ہو جاتے ہیں، خفا ہو جانے کی دھمکیاں دیتے ہیں، یہاں تک کہ اس سے بھی زیادہ سخت اس مصیبت کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے کہ مجرمانہ حیثیت سے مجھے جواب دہ ہونے کیلئے مجبور کیا جاتا ہے۔ احباب میں سب سے بڑی چیز اعتماد مشترک ہے۔ لیکن ہماری قوم کے احباب کا عجیب عالم ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر عدم اعتمادی کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔ تمام عمر شکوک و شبہات میں گذر جاتی حیف صد حیف۔

غالباً میں اپنے شرائط کے متعلق بھی واضح طور پر بہت کچھ اشارات کر چکا ہوں۔ اب ان کے صراحت کی ضرورت نہیں رہ گئی۔

ایک اور سخت دقت شرکت مشاعرہ میں یہ لاحق ہو گئی کہ ۲۲ر تاریخ کو مین پوری میں مشاعرہ ہے۔ اور اس میں میری شرکت قطعی و لازمی ہے، اگر آپ پر وہ تمام حالات واضح ہو جائیں تو آپ خود مجھے مشورہ دینگے۔ افسانہ طویل ہے ورنہ لکھتا، لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ میرے اس قدر لکھ دینے پر آپ مطمئن ہو جائیں گے۔ البتہ ۲۲ر کی صبح کو مین پوری سے روانہ ہو کر اگر میں شاہجہاں پور کسی وقت پہنچ سکتا ہوں، تو مجھے

اس میں کوئی عذر نہ ہوگا۔

اگر آپ کو پھر بھی میری شرکت مشاعرہ پر اصرار ہے تو مجھے مین پوری کے پتہ پر لکھیے۔ آپ ۱۹ر مارچ کو مکتوب روانہ فرمائیں اور اگر مناسب سمجھیں تو ۲۲ر کی صبح کو تار بھی دے دیں۔

بھئی! یہ خط پانچ چھ دن میں تکمیل تک پہنچ سکا ہے۔ اب ناتمام ہو یا تمام جس قدر ہو سکا لکھ سکا۔ اب ڈرتا ہوں کہ "شد پریشاں خواب من از کثرتِ تعبیرہا" کی مثل صادق نہ آجائے۔ اور نتیجہ یہ ہو کہ مشاعرے کے بعد آپ کی خدمت میں روانہ کیا جا سکے یا پھر نذر جیب ہو کر رہ جائے۔

مخلص:۔ جگر مرادآبادی عفی عنہ

۳ر مارچ ۱۹۴۱ء

فرخ آباد۔ ۲۸ر مارچ ۱۹۴۱ء

حبیبی و محبی، وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مکتوب ملا۔ ایک تو میں مزاجاً ہی گھبرایا ہوا انسان، اس پر مستزاد یہ کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں نئے نئے انسانوں سے ملنا پڑتا ہے۔ کچھ نہ پوچھئے کیا عالم رہتا ہے۔ یہ خط بھی رواروی میں لکھ رہا ہوں۔

مجھے گونڈہ پہنچنا ازبس ضروری ہو گیا ہے۔ آج رات کی ٹرین سے روانہ ہو جاؤں گا۔ لکھنؤ پہنچکر کل شب کی ٹرین سے گونڈہ روانہ ہو جاؤں گا۔ گویا ۳۰ر کی صبح مجھے گونڈہ میں ہوگی۔

اگر آپ منی آرڈر روانہ کرنا چاہتے ہوں تو گونڈہ کے پتہ پر روانہ کر سکتے ہیں

ورنہ کچھ زیادہ ضروری بھی نہیں۔ میں بہرحال تعمیل حکم کرونگا۔ اور اگر کوئی حادثہ واقع نہ ہو گیا تو ۵ / اپریل کی کسی ٹرین سے شاہجہانپور پہنچ جاؤنگا۔ غزل شاید ہی کہہ سکوں اس لئے کہ پہلے اسی ردیف و قافیہ اور اسی بحر میں ایک غزل کہہ چکا ہوں۔ جو حصہ غیر ہو گئی۔ اب اس طرف متوجہ ہونے کے یہ معنی ہوں گے کہ زبردستی دھینگا مشتی پر اتر آؤں۔ تاہم کوشش سے غافل نہ رہونگا۔ گونڈے کا پتہ آپ کو معلوم ہی ہے۔ زیادہ احتیاط برتئے تو متصل سٹی پوسٹ آفس کے الفاظ کا اور اضافہ کر دیجئے۔

مخلص۔ جگرؔ

ازمین پوری

محبی و مخلصی زید کرمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

اس وقت بہت ہی رواروی کا عالم ہے اس لئے بہت ہی مختصر لکھ سکونگا۔

اپریل کے آخر تک میرا پروگرام قریب قریب مکمل تو ہو چکا ہے لیکن معلوم نہیں کہ اور ضرورتیں لاحق ہو جائیں۔ اور اس لئے نہیں معلوم کہ کہاں کہاں جانا پڑے اور کن تاریخوں میں کہاں کہاں قیام کرنا پڑے۔ ۲۷ / ۲۸ تک فرخ آباد میرا قیام ضرور رہے گا۔ قائم گنج میں مشاعرہ ہے اور اس میں شرکت ضروری ہے۔

اس لئے حسب ذیل پتہ پر اگر منی آرڈر میرے نام روانہ کر دیا جائے تو مجھے سہولت رہے۔ ورنہ بہرحال آپ کے حکم کی تعمیل کرونگا۔ مطالبہ شاہجہاں پور پہنچکر پورا ہوتا رہے گا۔

آپ تو بہرحال موجود ہیں۔ اگر ۲۵ / مارچ کو بھی منی آرڈر روانہ کر دیا گیا تو مجھے

۲۷، ۲۸ تک مل سکتا ہے۔ معاف کیجیے۔ کاروباری زبان میں یہ چند سطریں لکھی گئی ہیں، لیکن اس کی تلافی انشاء اللہ تعالیٰ احسن طریقہ سے ہو جائے گی۔

مخلص :- جگر مراد آبادی عفی عنہ

خوب یاد آیا۔ مجھے آپ کے مشاعرے کی طرح کا خیال ہی نہیں۔ اگر طرح ہو تو مجھے مطلع کیجیے شاید کچھ کہہ سکوں۔

(۵)

تجدید ملاقات

نذر اخلاص :- بخدمت جناب ضیاء الاسلام صاحب ڈپٹی کلکٹر

مدّت میں وہ پھر تازہ ملاقات کا عالم
خاموش اداؤں میں وہ جذبات کا عالم

نغموں میں سمویا ہوا وہ رات کا عالم
وہ عطر میں ڈوبے ہوئے لمحات کا عالم

اللہ رے وہ شدتِ جذبات کا عالم
کچھ کہہ کے وہ بھولی ہوئی ہر بات کا عالم

وہ سادگیِ حسن وہ محجوب نگاہی
وہ محشرِ صد شکر و شکایات کا عالم

وہ نظروں ہی نظروں میں سوالات کی دنیا
وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں جوابات کا عالم

چھایا ہوا وہ نشۂ صہبائے محبت
جس طرح کسی رندِ خرابات کا عالم

نظروں سے وہ معصوم محبت کی تراوش
چہرے پہ وہ مشکوک خیالات کا عالم

عارض پہ ڈھلکتے ہوئے شبنم کے وہ قطرے
آنکھوں سے چھلکتا ہوا برسات کا عالم

ایک ایک نظر شعر و شباب و مے و نغمہ
ایک ایک ادا حسن و محاکات کا عالم

نازک سے ترنم میں اشارات کے دفتر
ہلکے سے تبسم میں کنایات کا عالم

پاکیزگیِ عصمتِ جذبات کی دنیا
دوشیزگیِ حسنِ خیالات کا عالم

وہ عشق کی بربادیٔ زندہ کا مرقع | وہ حسن کی پائندہ کرامات کا عالم
برہم وہ نظامِ دل و دنیائے تمنّا | پیہم وہ شکستوں میں فتوحات کا عالم
وہ ناز وہ انداز، وہ شوخی وہ شرارت | وہ حسن و محبت کی مساوات کا عالم
تھک جانے کے انداز میں وہ دعوتِ جرأت | کھو جانے کی صورت میں وہ جذبات کا عالم
شرمائی لجائی ہوئی وہ حسن کی دنیا | وہ مہکی ہوئی لہکی ہوئی رات کا عالم
بچھڑے دلوں کی وہ باہم صلح و صفائی | مضبوط وہ تجدید ملاقات کا عالم
وہ عرش سے تا فرش برستے ہوئے انوار | وہ تہنیتِ ارض و سمٰوات کا عالم

عالم مری نظروں میں جگر اور ہی کچھ ہے
عالم ہے اگرچہ وہی دن رات کا عالم

جگر مرادآبادی عفی عنہ
شاہجہانپور ۷ اپریل سنہ ۴۱ء

(۶)

گونڈہ :-

مجبی و مخلصی زید کرمہٗ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا مکتوب گرامی ملا۔ بعض واقعاتی و جذباتی نزاکتیں اس طرح کی واقع ہو جایا کرتی ہیں جن کا لحاظ کرتے ہوئے صورتِ معاملہ کو نہ قبول کیا جا سکتا ہے اور نہ رد۔ گذشتہ سال سید نثار احمد صاحب زیدی جن سے میرے تعلقات مخلصانہ اور قدیم ہیں بارہ بنکی ہی میں تھے، اور مشاعرہ کے مہتمم۔ اصرارِ پیہم کے باوجود میں نے یہ تو گوارا کر لیا کہ اُن کے ہمراہ بارہ بنکی تک پہنچ کر عمائدین و حکام کو یہ احساس دلا دوں کہ سید صاحب موصوف جب جی چاہے

مجھے طلب کر سکتے ہیں، اور میرے ان کے درمیان ذاتی طور پر کسی قسم کی مغائرت نہیں لیکن میں اپنی شرائط سے ایک انچ بھی نہ ہٹا، اس وقت "مشاعرہ کمیٹی" کا کل سرمایہ غالباً پچھتر یا سو روپیہ سے زیادہ نہ تھا۔ تاہم میری شرط کو تسلیم ہی کر لیا گیا۔

آپ پہلے میرے مخلص و عزیز دوست ہیں، اس کے بعد مشاعرہ کمیٹی کے مہتمم۔ میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ آپ کی "دعوت" کو قبول نہ کروں۔ اب آپ ہی پر معاملہ کا انحصار ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کوئی صحیح فیصلہ کر سکیں گے۔ لیکن اگر میں مشاعرہ میں شریک بھی ہو سکا تو بعض اُن شرائط کے ساتھ جن کا تعلق میری صحت سے ہے۔ اب سے چند ہی دنوں پیشتر میرا قیام جوناگڑھ میں تھا۔ یکایک "وجع القلب" کا دورہ اس درجہ شدید پڑ گیا کہ تمام ڈاکٹر اور احباب بالکل ہی مایوس ہو چکے تھے۔ ہز ہائنس کا مہمان تھا اسلئے ظاہر ہے کہ طبی امداد میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی تھی۔ انجکشن کے ذریعہ طبیعت کچھ سنبھل تو گئی لیکن دو تین دن تک خطرے سے خالی نہ ہو سکی۔ نبض کی رفتار گھٹتے گھٹتے ۴۰ ۴۶ رہ گئی تھی۔ قدرے افاقہ ہو جانے پر برادر نسبتی میں اگرچہ گونڈہ پہنچ تو گیا لیکن شکایت اپنی جگہ قائم و موجود ہے۔ سخت احتیاط اور پرہیز بنایا گیا ہے۔ چنانچہ پوری توجہ کے ساتھ علاج ہو رہا ہے اور پوری طرح پرہیز و احتیاط۔ ان حالات کے ماتحت حسب ذیل شرائط پیش کرتا ہوں۔

(۱) پھلکے کے ساتھ بے مرچ کا شوربہ مع ترکاری کھاتا ہوں اس کے علاوہ کچھ نہیں کھا سکتا۔

(۲) پاؤ بھر گائے کا دودھ صبح کے وقت بجائے چائے، اور پاؤ بھر سوتے وقت۔

(۳) کھانے کا تمباکو ترک کر چکا ہوں۔ سگریٹ پی تو لیتا ہوں مگر ممانعت کر دی ہے،

تاامکان نہیں پیتا، حقہ کا انتظام اگر ہو سکے اچھا ہے۔

(۲) شب بیداریوں کا اب میں ہمیشہ کیلئے اہل نہیں رہ گیا۔ میرے آرام کا مناسب حد تک لحاظ رکھا جائے۔

مخلص :- جگر مرادآبادی عفی عنہ

(۷)

برادر گرامی قدر۔ السلام علیکم

ایک خط پرسوں روانہ کر چکا ہوں۔ آج ایک ضرورت کے ماتحت مجبور نگارش ہونا پڑا۔ یہاں کے دو تین حضرات شریک مشاعرہ ہونا چاہتے ہیں۔ ایک صاحب شعر اچھا خاصا کہہ لیتے ہیں نظم پڑھ سکیں گے۔ دوسرے صاحب "دیسی" تخلص رکھتے ہیں دیہی زبان میں اچھا کہتے ہیں۔ ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے اپنا کلام اکثر براڈکاسٹ کر چکے ہیں۔

اِن دونوں حضرات کے علاوہ خاص طور پر مجھے حضرت ذوقی کے متعلق لکھنا ہے۔ میں نے ہی انھیں مجبور کیا ہے کہ وہ بارہ بنکی چلیں۔ نہ صرف مشاعرہ میں شرکت کی غرض سے بلکہ آپ سے ملنا تنہا مقصد اور مشاعرہ اس کے حصول کا ایک بہانہ۔

ذوقی صاحب سے آپ یقیناً واقف ہیں۔ ادبی دنیا میں خاصی شہرت رکھتے ہیں۔ نظم بہت عمدہ کہتے ہیں شاعر بھی اور ناقد بھی۔ اگرچہ مجھے ان کے اکثر ادبی عقائد سے اختلاف ہے لیکن بایں ہمہ وہ بہت اچھے انسان ہیں اور صحیح معنوں میں علمی مذاق رکھتے ہیں۔

فرمائیے کہ ان حضرات کی آمد کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ بے تکلفانہ لکھئے۔ اور یہ بھی تحریر کیجئے کہ کیا آپ کی مشاعرہ کمیٹی سے زادراہ کے طور پر بالکل ضروری مصارف

انھیں دئے جاسکیں گے یا نہیں۔ اگر آپ ان حضرات کی شرکت مشاعرہ کو گوارہ کر سکتے ہیں تو ذوقی صاحب کو علیحدہ ایک دعوت نامہ بھیجدیجئے۔ پتہ لکھتا ہوں۔

جناب خواجہ ذوقی ٹیچر۔ امیر منزل۔ گونڈہ

مخلص:۔ جگر مرادآبادی عفی عنہ

(۸)

گونڈہ:۔ ۴ نومبر ۱۹۲۱ء

مخلصی و مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ

اس وقت ایک ضرورت کے ماتحت آپ کو زحمتِ نظر دے رہا ہوں۔ انقلاب کے ہاتھوں مرادآباد کے ایک امیر و کبیر صاحب شرافت و نجابت خاندان کی ایک تباہ شدہ یادگار ہستی گونڈہ کے محکمۂ بندوبست میں بہ سلسلہ ملازمت مقیم ہے۔ اسی یادگار ہستی کے متعلق آپ کی توجہات سے کام لینا ہے۔ پورا نام نواب حیدر علی خاں صاحب ہے۔ جناب نواب شجاع علی خاں صاحب رئیس اعظم مرحوم و مغفور کے چشم و چراغ ہیں۔ موصوف اور میرے خاندان کے درمیان ہمیشہ سے نہایت درجہ مخلصانہ تعلقات چلے آرہے ہیں۔

میرے زمانۂ طفلی تک یہ خاندان پورے عروج پر تھا۔ نواب صاحب مرحوم بہت بلند اور ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ انکے والد ماجد جناب نواب غازی عصمت اللہ خاں صاحب زمانہ شاہی میں صوبہ داری کے جلیل المرتبت عہدہ پر مامور تھے۔

اب یہ خاندان انتہائی نکبت و فلاکت کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اب اسکے آگے کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ خود مجسمۂ شرافت و نجابت ہیں۔ ناممکن ہے کہ آپ کے اندر جذبات ہمدردی، دل سوزی بیتاب و بیقرار نہ ہو جائیں۔

گونڈہ کے محکمۂ بندوبست کا زمانہ اب قریب ختم ہے اس لئے میری منشا ہے کہ آپ موصوف کو اپنے اختیار خصوصی کے ماتحت مراد آباد کے محکمۂ بندوبست میں کسی اچھی جگہ پر لے لیں۔ کم از کم فکر معاش اور غریب الوطنی کے مصائب سے تو ایک گونہ نجات مل جائیگی۔ میں اس سے زیادہ اور کیا عرض کروں کہ آپ جو کچھ احسانات اُن پر فرمائیں گے میں انھیں ایسا محسوس کرونگا کہ گویا مجھی پر نزول فرمائے گئے ہیں میں نے موصوف کی خدمت میں خواہش پیش کی کہ وہ اپنے تفصیلی حالات خود اپنے قلم سے تحریر کردیں تاکہ آپ کے سامنے صحیح معنوں میں ایک داستان عبرت آجائے۔ چنانچہ ان کی تحریری روداد ہمرشتہ مکتوب حاضر کی جاتی ہے۔

مخلص:۔ جگر مرادآبادی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نذر محبت:۔ بہ جناب سید ضیاء الاسلام صاحب ڈپٹی کلکٹر مرادآباد

بہ سرت کہ ساقیِ مستِ من بہ سرورِ بے طلبی خوشم
اگرم شراب نمی دہی بہ خمار تشنہ لبی خوشم

چہ خوش است ذوقِ محبتم چہ بلاست لذتِ فرقتم
کہ بہ یادِ زلف سیاہ تو بہ ہجوم تیرہ شبی خوشم

چہ مقامِ عشق وچہ منزلے کہ دریں زماں منِ بے دلے
نہ بہ شاہدے نہ بہ مطربے نہ بہ خوشۂ عنبی خوشم

بہ جفائے حسنِ تمام تو، نہ حکایتے نہ شکایتے
چہ حکایتے چہ شکایتے کہ بہ ترکِ بے ادبی خوشم

ز نگاہِ عشوہ طرازِ تو، چہ گذشت بر دلِ من کہ من
نہ بہ نالۂ سحری خوشم نہ بہ آہِ نیم شبی خوشم

جگر مرادآبادی عفی عنہ
۸ / جولائی ۱۹۴۲ء

(۱۰)

گونڈہ :- موصولہ ۸ / مارچ ۱۹۴۳ء

حبیب صادق و محب واثق زاد لطفہ'

السلام علیکم و رحمۃ اللہ - آپ کا نامۂ محبت عین اس وقت جبکہ میں اعظم گڈھ جانے کے لئے تیار تھا ملا - خورشید الحسن میرے بہت ہی مخلص دوست ہیں - آپ انھیں جانتے ہیں - مشاعرہ بجنور کے متعلق اُن کا خط آیا تھا میں نے انھیں لکھ دیا ہے - احباب کی خدمت کیلئے آپ مجھے ہمیشہ آمادہ پائیں گے - لیکن مشاعروں کا معاملہ کچھ اور ہے - ٹکٹ کا مشاعرہ ہے - میں نے دوسو علاوہ سکنڈ کلاس کرایہ آمد و رفت کے طلب کئے ہیں اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ یہ شرط تو مشاعرہ والوں سے ہے - آپ جو کچھ دیں مجھے منظور ہے - میں کامل تین ماہ سے علیل ہوں - اس کے علاوہ اب وہ حالت بھی نہیں ہے - ہر شے پر گرانی کا اثر پڑ چکا ہے اور پھر میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ مشاعروں کی وبا بڑھتی ہی جاتی ہے - پہلے شرائط بہ آسانی منظور کر لئے جاتے ہیں "طلب" کا یہ عالم ہے کہ معاذ اللہ! اس لئے میں نے عام مشاعروں سے شرح

معاوضہ اوقات دوگنی کر دی ہے یعنی بجائے پچاس روپیہ کے سو روپیہ اور مشاعروں سے جو کہ تجارت کے اعتبار پر ہوتے ہیں میں اپنے حسب منشا اپنا معاوضہ طلب کر لیتا ہوں بنگلور۔ امرتسر۔ حیدرآباد۔ تمام مقامات سے پانچ سو چار سو سے کم نہیں لئے گئے۔ بلکہ بعض مقامات پر اس سے بھی زیادہ۔

یہ حالات ضمناً آپ کی خدمت میں حاضر کر دیئے۔ اب آپ جیسا حکم دیں۔ چاہتا ہوں کہ خورشید الحسن صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ اسکول کو بھی آپ ان حالات سے مطلع فرما دیں۔ بلکہ تحریر بھیج دیں تو اچھا ہے۔ وہ کسی قدر زیادہ نازک طبع ہیں۔ ڈرتا ہوں کہ میری صاف اور سادہ بیانی ان پر کوئی برا اثر نہ ڈالے۔ میں انھیں بہت عزیز رکھتا ہوں۔ جواب فوراً عنایت فرمائیے۔

جگر مرادآبادی عفی عنہ

(۱۱)

برادر مکرم

السلام علیکم۔ میں آج کل بیحد پریشانیوں میں مبتلا ہوں، آپ اُن کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے۔ توجہ کی یکسوئی محال ہو کر رہ گئی ہے۔ آپ کو مطلع کر کے نہیں چاہتا کہ آپ بھی اپنے لمحات فرصت کو کسی مفید کام کے بجائے ُلذّت درد" کے نذر کر دیں۔

یقین کیجیے کہ اگر "طور" کی ایک جلد بھی میرے پاس میری ذاتی ملکیت سے ہوتی تو میں حاضر کر دیتا۔ دو جلدیں میرے پاس ہیں۔ دوسرے ایڈیشن کی ایک جلد سید محمد مرتضی حسین صاحب کی ہے۔ یہ صاحب میرے ایک بہت ہی مخلص

دوست ہیں، اعلیٰ ترین علمی و ادبی مذاق رکھتے ہیں اور باوصف اس کے کہ کمانڈران چیف کے دفتر میں سپرنٹنڈنٹ ہیں، تہجد گذار بھی ہیں۔ صحیح زہد و تقویٰ کے مجسّمہ۔ انھوں نے ایک خاص جلد شعلۂ طور کی اپنے لئے اس غرض سے تیار کرائی تھی کہ اس کو میں اڈٹ کروں اور جابجا نازک یا مشکل اشعار کی شرح بھی کر دوں۔ تیسرے اڈیشن کی دو جلدیں میں نے نواب زادہ رشید الظفر اور ان کے برادر معظم جناب نواب زادہ سعید الظفر میاں کیلئے تیار کرائی تھیں۔ ایک جلد تو پیش کر دی گئی، دوسری باقی ہے آپ خود اندازہ کریں کہ اگر دوسرے نواب زادہ کی خدمت میں پیش نہیں کی گئی تو اس کے کیا معنی سمجھے جائینگے۔

ضیا صاحب! خدا گواہ ہے کہ میں نے جو کچھ معذرت پیش کی ہے اس میں صداقت ہی صداقت ہے۔ آپ سے مجھے ہمیشہ سے مخلصانہ تعلق خاطر رہا ہے، اور انشاء اللہ تعالیٰ رہے گا۔ میں کچھ تجارت پیشہ شاعر نہیں کہ محض ایک جلد کی قیمت کی خاطر معذرت پیش کر دوں۔

غالباً شاخ مکتبہ جامعہ معین الدولہ پارک لکھنؤ، یا مکتبہ قرول باغ "دہلی" سے کوئی جلد مل سکے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیسرا اڈیشن بھی ختم ہو چکا۔

بطور اشارات اپنے کلام کے متعلق چند اشارات پیش کئے دیتا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ آپ کو ان کی ضرورت ہے، بلکہ محض اپنی تسکین خاطر کیلئے۔ "مشرقی" شاعر کی تعریف میں اس طرح کرتا ہوں کہ وہ اپنی ذاتی زندگی اور اس کے تاثرات کو "جمالیاتی" نقطۂ نظر کے ماتحت کامیابی کے ساتھ ادا کر جائے۔ "شرح و تفصیل" حقیقی حسن کی دشمن ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ شرح و تفصیل میں دوسرے قسم کے محاسن پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً تشبیہات و استعارات۔ انداز بیان زمانے کی ضروریات کی مطابقت

لیکن فطرت کے اصول تقسیم کار کی حیثیت سے شاعر کو شاعر ہی دیکھنا پسند کرتا ہوں، واعظ یا لیڈر رہر گز نہیں۔ شاعر کو فطرۃً جمال سے تعلق ہوتا ہے لیکن اگر وہ صاحب فکر و نظر بھی ہے اور اس کے اندر بہت زیادہ وسعتیں ہیں تو اسی نسبت سے اس کا جمال بھی وسیع تر ہوتا جائیگا۔ شاعر کو خود کیسا ہونا چاہئے۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ صادق ہو۔ اس کے مزاج میں پاکیزگی ہو، اور وسعتیں۔ "معصیت بالغرض" کو میں اس وقت تک برا نہیں سمجھتا جب تک کہ مزاج نہ بن جائیں معصیت کو معصیت سمجھنے میں معصیت کی عظمت بھی ہے اور صاحب معصیت کی بہادری بھی۔ لیکن جس وقت معصیت بن جائیگی تو ظاہر ہے کہ اس کے آرٹ میں اس کا مزاج نمایاں ہو کر رہے گا اور اس صورت میں مزاج میں شاعرانہ استعداد رکھنے کے باوجود شقاوت و سختی کا پیدا ہو جانا امر لازم۔ بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ مجھے اپنے متعلق عرض کرنا ہے۔ ایک بہترین ناقد کا فرض ہے کہ وہ "شاعر" کے اس کلام سے بحث کرے جو اس کے حدود طفلی سے گذر کر "بلوغ" فکر و نظر تک پہنچ چکا ہو۔

میرے کلام میں عجمیت بہت کم ہے۔ بے جا عجز و انکسار، غیر فطری اور بزدلانہ رکیک جذبات و خیالات سے میں گریز کرتا ہوں۔ یہ گریز قصداً نہیں بلکہ میرے مزاج کو ان چیزوں سے تعلق ہی نہیں ہے۔

اکثر و بیشتر نازک و لطیف معاملات، واردات و جذبات میرے کلام میں پائے جائیں گے۔ "حسن و عشق" کا صحیح توازن اور ان کا صحیح قرینہ اور نفسیاتی نقطہ سے کنایات کے ذریعہ اظہار حال۔

آج کل الفاظ و تراکیب بہت حسین و جمیل استعمال ہونے لگیں ہیں لیکن چونکہ عام طور پر مادیت کے شدید غلبہ کے وجہ سے زندگی یکسر بوالہوسی بن کر رہ گئی ہے

اس لئے حسین و جمیل الفاظ و تراکیب کے پردے ان کی ذہنیتوں کو تا دیر نہیں چھپا سکتے۔ آپ میرے کلام میں آلودگی اور آسودگیوں کے ساتھ تحریص و ترغیب کہیں نہیں پا سکیں گے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے "معصیت" مرا مزاج کبھی نہیں بن سکتی۔ میرے یہاں حُسن اور عشق دونوں کے مزاج کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ اور میرے متعینہ حسن و عشق دونوں بلند و پاکیزہ ہوں گے بااینہمہ آپ کے تعلق مجاز سے بھی ہے اس لئے اُسی کو مکمل سمجھتا ہوں جس میں نہ صرف مادیت ہو بلکہ روحانیت بھی۔ یا نہ صرف روحانیت بلکہ مادیت بھی۔

روا روی میں جو کچھ ذہن میں آیا لکھ دیا۔ یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ آج کل سخت پریشانیوں میں گھرا ہوا ہوں۔ یقین ہے کہ اس "ناتمامی" پر آپ مجھے قابل در گذر سمجھیں گے۔ ابھی میرا قیام غالباً پندرہ بیس روز تک رہے گا۔

"پتہ" جگر مراد آبادی۔ شملہ کوٹھی بھوپال۔

(۱۲)

(؟) جنوری سنہ ۴۴ء

محبی زاد کرمہٗ

السلام علیکم۔ ایک حادثے کے ماتحت جھانسی میں ٹھہر جانا پڑا۔ اسباب ویٹنگ روم میں پڑا ہوا ہے۔ توقع تھی کہ شائد آپ سے مل کر کچھ امداد حاصل کر سکوں لیکن اب محال نظر آتا ہے۔ باندہ جانے والی ٹرین نہیں مل سکی۔ لاہور سے آرہا ہوں۔ کل صبح بہر حال باندہ پہنچونگا۔ غالباً ۲۹ر کو یہاں لکھنؤ جانے کیلئے پھر واپس آسکوں ممکن ہے کہ آپ سے ملاقات ہو جائے۔

جگر مراد آبادی عفی عنہ

(۱۳)

جگر عفی عنہ　　　　　　　　　　　　　　　　　　　جنوری ۱۹۴۴ء

منذر محبت:- محبی و مخلصی جناب سید ضیاء الاسلام صاحب ڈپٹی کلکٹر

حسنِ کافر شباب کا عالم　　　　سر سے پا تک شراب کا عالم
عرق آلود چہرۂ تاباں　　　　شبنم و آفتاب کا عالم
وہ مری عرضِ شوقِ بے حد پر　　　　کچھ حیا کچھ عتاب کا عالم
اللہ اللہ یہ امتزاجِ لطیف　　　　شوخیوں میں حجاب کا عالم
زانوِ شوق پر وہ پچھلے پہر　　　　نرگسِ نیم خواب کا عالم
وہ لبِ جوئبار و موسمِ گل　　　　وہ شبِ ماہتاب کا عالم
دیر تک اختلاط راز و نیاز　　　　یک بہ یک اجتناب کا عالم
لاکھ رنگیں بیانیوں پہ مری　　　　ایک سادہ جواب کا عالم
غم کی ہر موج، موجِ طوفاں خیز　　　　دل کا عالم حباب کا عالم
دلِ مطرب سمجھ سکے شاید　　　　اک شکستہ رباب کا عالم

وہ سماں آج بھی ہے یاد جگر
ہاں مگر جیسے خواب کا عالم

جگر مرادآبادی عفی عنہ

ساغر نظامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایشیا

(ماہنامہ ادبی مرکز)

مدیر:
ساغر نظامی

ادبی مرکز
سپٹ بازار۔ میرٹھ
مورخہ ۷، مئی ۱۹۳۵ء

محترمی!

آداب عرض

مجھے آپ یاد ہیں اور ہمیشہ یاد رہیں گے، بادۂ شرق ابھی کلیتہً تیار نہیں ہوا ہے۔ شب و روز مصروف ہوں یکم جون تک ایشیا کو بھی شائع کرنا ہے۔ انتظامی افکار نے بھی گھیر رکھا ہے اور دماغی تفکرات بھی محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ سب سے بڑا سوال مالی توازن کا ہے۔ ۷ ہزار روپیہ سے زیادہ بادۂ شرق کی طباعت پر صرف ہو چکا ہے اور برابر صرف ہو رہا ہے۔ اس وقت مجھے تھوڑی سی امداد بھی بہت معجز نما ثابت ہوگی۔ اگر وہ حضرات جو بادۂ شرق اور ایشیا کو خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں، صرف ۲۰ دن قبل دونوں کی قیمت عنایت فرما دیں تو ہمیں اپنے کاموں میں نسبتاً آسانی ہو سکتی ہے۔ بادہ کی قیمت صہ ؍ اور ایشیا کا زر سالانہ بھی صہ ؍ ہے۔

گو آپ کے منصب اور بعد "عدالت فرمائی" روزانہ زندگی کی مصروفیت آپکو اجازت نہیں دے سکتی لیکن اگر گستاخی نہ ہو تو میں عرض کروں گا، آپ جو کچھ اس سلسلے میں کر سکیں ضرور کریں۔

بادۂ شرق انشاء اللہ تعالیٰ یکم جون ۱۹۳۵ء یا زیادہ سے زیادہ ۷، جون تک

شائع ہو جائیگا۔ تیار ہونے پر خدمت اقدس میں ضرور ارسال کروں گا۔ اپنی خیریت سے آگاہ فرماتے رہیئے۔ اگر ماحول مطابقت میں ہو تو میں ایشیا کی رسید ارسال کردوں تحریر فرمائیے۔ یاد آوری کا شکر گذار ہوں۔

خاکسار

ساغر نظامی

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایشیا

(ماہنامہ ادبی مرکز)

مدیر:
ساغر (نظامی)

ادبی مرکز
سپٹ بازار۔ میرٹھ
مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۳۵ء

مکرمی!

آداب عرض

مجھ سے اور سیاست سے کیا تعلق؟ ایشیا ایک خالص علمی و ادبی رسالہ ہے۔ جیسا کہ اس کے مطالعہ سے آپ بھی اندازہ فرما سکیں گے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور ان وعدوں کو یاد دلاتا ہے جو جے پور میں ایک شام کو کئے گئے تھے۔ آج اردو کی حیات کا سوال ہے، ہم لوگ اپنی شکم پُری کے سلسلے میں ان اشغال میں اپنی عمر عزیز تباہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہمیں جنون ہے، محبت ہے اور ایک چٹک ہے جو اردو کیلئے کام کرنے کیلئے مجبور کرتی ہے۔ لیکن صرف ہمارا

انہماک اور جنون ہی کارفرما نہیں ہو سکتا جب تک آپ جیسے مقتدر سرپرست زبان و ادب بھی کچھ مدد نہ فرمائیں۔

میں منتظر ہوں کہ آپ ایشیا کی کیا مدد فرماتے ہیں؟ امید کہ مزاج اقدس بخیر ہوگا۔ بادہ یکم اگست تک شایع ہو سکے گا۔

خاکسار

ساغر نظامی

(۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایشیا

(ماہنامہ ادبی مرکز)

مدیر:
ساغر نظامی

ادبی مرکز
سپٹ بازار۔ میرٹھ
مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۵ء

مائی ڈیر ضیاءالاسلام صاحب

آداب عرض

گرامی نامہ ملا، توجہ فرمائی کا شکریہ، تین نمبر ایشیا کے ارسال خدمت ہیں، امید کہ آپ مذکورہ اخبارات میں ریویو لکھوا دیں گے۔ یقیناً ایک نئے رسالے کے لئے ان باتوں کی بھی ضرورت ہے مگر آپ کے ذریعہ کچھ پیڈ خریدار بھی تو مرحمت ہونے چاہئیں جیسا کہ آپ نے جے پور میں وعدہ فرمایا تھا، اگر میدان ہو تو تکلف نہ فرمائیے ورنہ مجبور نہیں کر سکتا۔ آپ اعتراف فرمائیں گے کہ میں نے اپنی طاقت کے اندازہ

سے زیادہ وزنی اور اہم بار اپنے کاندھوں پر اُٹھالیا ہے ـــــ شکتی ہے اس لئے
اُٹھایا ہے۔ خدا مالک ہے۔ مگر آپ جیسے اردو پرستوں کی امداد کی سخت ضرورت ہے۔
بادۂ شرق ابھی شائع نہیں ہوا ہے۔ جس وقت شائع ہوا فوراً روانہ کیا جائیگا۔
امید ہے کہ آپ اچھی طرح ہونگے۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادبی مرکز

زیر سرپرستی

عالیجناب سید القوم ڈاکٹر سید محمود ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بار ایٹ لا

سپیٹ بازار میرٹھ
۲ر اکتوبر ۱۹۳۵ء

مکرمی!

آداب عرض،

آپ کے دو محبت ناموں کا جواب میرے ذمہ ہے! پہلے اور دوسرے لفافے کا جواب میں صرف اس لئے نہیں دے سکا کہ مستقل بیمار ہوں، اور اس ماہ میں تو ایسا بھی ایک دن آیا کہ لوگ میری زندگی سے مایوس ہو گئے تھے اخبارات میں بھی آپ نے شاید میری اس علالت کا حال پڑھا ہو۔

اب بھی کراہتے ہوئے آپ کو خط لکھ رہا ہوں، اور اسی عالم میں ایشیا کا دوسرا نمبر شائع کیا ہے جس کے متعلق میں کوئی رائے نہیں رکھتا کیونکہ اس کو میں نے نہ ترتیب دیا ہے اور نہ وہ میرے زیرِ اہتمام تیار ہوا ہے، ملازمین نے جیسا چاہا کیا، لیکن بہرحال خدا وہ دن لائے کہ میں اطمینان سے اپنے فرائض ادا کروں۔

آپ کا ریویو میں نے پڑھا، میں اس کو ستمبر و اکتوبر کے مشترکہ نمبر میں شائع کروں گا اور اس کے متعلق اظہارِ خیال بھی کروں گا۔ کیونکہ میرے خیال سے آپ کو بعض جگہ غلط فہمی بھی ہوئی ہے۔

ایشیا حاضر ہے۔ بادہ ابھی شائع نہیں ہو سکا ہے۔ آخر میں آپ کی نوازش کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آپکا بیمار

خاکسار
ساغر نظامی

(۵)

سپٹ بازار۔ میرٹھ
مورخہ ۱۲/ اکتوبر ۱۹۳۵ء

محترمی!

تسلیم

گرامی نامہ آیا، اجی حضور
غالبِ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
میں اگر مر جاتا تو کیا کمی دنیائے ادب میں آجاتی، زندگی کے سمندر میں ایک دائرہ

بنتا اور مٹ جاتا —— ! میں نہ صرف بیمار تھا بلکہ موت کے چنگل میں تھا اور یہ میرا دوسرا جنم ہے جس کے بعد میں زندگی کو زیادہ بد رونق دیکھتا ہوں۔ ممکن ہے کہ ماحول کی یکرنگی مجھے قنوطی بنائے ہوئے ہو، مگر عالم یہی ہے۔ اگر آپ کے خط کے الفاظ محض الفاظ نہیں ہیں تو ظاہر ہے کہ تاثر قیمتی ہے اور اس کیلئے میں آپ کا دلی شکر گذار ہوں۔

ایشیا کا تازہ نمبر میں نے بدست خود بھجوایا ہے تعجب ہے کہ آپ کو نہیں ملا — راہ میں بہت ڈاکو ہیں۔ پھر پیش ہے۔ شاعروں کا جو عالم ہے اس سے آپ واقف ہیں، بمعر نمائش کے مشاعرے میں مشاعروں میں بہت کم آتا جاتا ہوں، جس کی ضامن مصروفیت سے زیادہ افتادِ طبیعت ہے لیکن دقت اسی وقت ہوتی ہے جب ذاتی اور شخصی اثر پڑے۔ میں جب بھی آسکتا ہوں آپ کی ذات کیلئے آسکتا ہوں اور اسی صورتِ حال میں "شرائط" کا کیا سوال، میں نے کبھی بہ حیثیتِ شاعر دنیا سے تجارت نہیں کی، نہ مستقبل میں کوئی ارادہ ہے، لیکن بہر حال لفظ "شرائط" کے استعمال کا شکریہ، فطرتِ سودا لوٹ گئی —— جنوری تو آنے دیجئے دیکھا جائیگا۔

ستمبر و اکتوبر نمبر مشترک شائع ہو رہا ہے اسی میں آپ کے ریویو پر اظہار خیال کروں گا، ایشیا برابر آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے گا۔ کچھ ایشیا کی توسیعِ اشاعت میں حسب وعدہ مدد فرمائیے۔ شکر گذار ہوں گا۔ زیادہ نیاز،

خاکسار

ساغر نظامی

(۶)

سپٹ بازار۔ میرٹھ (عارضی :- دہلی)
۱۹۳۴ء

ضروری

مکرمی!
آداب عرض

میں بغرض علاج دہلی آیا ہوا ہوں۔ اچھا تو ہو گیا ہوں مگر ابھی کامل صحت نہیں ہوئی ہے، تاہم اسی حالت میں ۲۰ نومبر تک "مشترک نمبر" انشاءاللہ شائع ہو جائیگا جس کو دیکھ کر آپ یقیناً بیحد خوش ہوں گے

ایشیا کا دوسرا نمبر دو مرتبہ میں نے خود اپنے ہاتھ ہی سے رکھ کر بھجوایا ہے۔ حیرت ہے کہ آپ کو نہیں ملا۔ بہرحال پھر میرٹھ پہنچکر بھجواؤنگا۔

آپ کے ریویو پر میں اظہار خیال کر ہی رہا تھا کہ لاہور سے میرے ایک دوست کا خط آپ ہی کے ریویو کے متعلق موصول ہوا، اس لئے میں نے جواب کے بار سے سبکدوشی حاصل کر کے ان کے خط کو شائع کر دیا ہے۔ مشترک نمبر رجسٹرڈ ہی ارسال کیا جائیگا۔ آئندہ نمبر جاپان نمبر ہوگا، اگر آپ اس کے لئے کچھ روانہ فرمائیں تو عین شکر گذاری ہوگی،۔

کسی چیز کا، جو جاپان ہی سے تعلق رکھتی ہو ترجمہ ہو تو بہتر ہے۔ یہ نہایت ضروری عرضداشت ہے امید ہے کہ آپ توجہ فرمائیں گے۔ جاپان نمبر کی کتابت شروع ہو گئی ہے۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۷)

ادبی مرکز میرٹھ
۲۳/ نومبر ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر ضیاء الاسلام صاحب
آداب عرض

گو میں ڈپٹی کلکٹر نہیں ہوں، لیکن میرے اکثر دوست ڈپٹی کلکٹر ہیں، پھر ایک طالبِ علم نفسیات ہونے کی حیثیت سے میں جانتا ہوں کہ ڈپٹی صاحب کا دورہ کسقدر "دلچسپ" چیز ہے اور گو ہندوستان کی بیداری نے بہت کچھ وقار کی پیٹھ پر ضرب لگائی ہے۔ تاہم وہی کس بل ہیں اور حاکمیت کے جو مناظر دیکھنے میں آتے ہیں وہ کسی طرح دلچسپی سے خالی نہیں۔

آپ کا دورہ ختم ہو جائے اس وقت کچھ لکھئے۔ رسالہ پھر خدمت میں ارسال کیا جاتا ہے۔ مشترک نمبر ۲۵ کے بعد پیش ہو سکے گا۔ میرے دوست کا خط ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا جو کسی دل آزاری کا سبب ہو یا کسی جنگ کا دروازہ کھولے۔ آپ اگر اس کا کچھ جواب لکھیں گے اور میرزات کو محفوظ کر دیں گے تو یقیناً ایشیا میں میں آپ کا جواب شائع کر دونگا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ میں اپنی شاعرانہ پوزیشن کو موضوع بحث نہیں بنانا چاہتا۔ میں دہلی سے شدید بیمار ہو کر ہاتھوں ہاتھ واپس ہوا اور ۸ دن کے بعد آج اچھا ہوا ہوں، اور آج ہی صبح سے لگاتار کام کر رہا ہوں، ممکن ہے کہ رات کو پھر بخار آجائے۔ الہ آباد کے اردو ڈپارٹمنٹ کے صدر خود ضامن علی صاحب ہیں، اور حامد علی ان کے بڑے بھائی ہیں۔ ضامن علی صاحب اس باب میں سخت متعصب

ہمیشہ سے مشہور ہیں، غیر لکھنوی اور غیر شیعہ شاعران کی نگاہ میں ہمیشہ مردود رہے ہیں، جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، ضامن علی صاحب مجھے ہمیشہ نظر انداز کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ اسی لحاظ سے الہ آباد میں جو ان کے خلاف پارٹی ہے یعنی ڈاکٹر تاراچند ایم۔ اے وغیرہ کی وہ میری دوست ہے۔ ضامن علی صاحب خود یونیورسٹی میں اسی لحاظ سے بہت رسوا ہیں، مشاعروں میں ہمیشہ قدیم اسکول اور لکھنؤ کے بوڑھوں کا مجمع رہتا ہے۔ آپ نے فضول تکلیف فرمائی۔ میں تو ایک بے ہشی اور لاپرواہی کے ساتھ شاعر ہوں۔ سود و زیان اور وجدان!! ایشیا کا دوسرا نمبر پیش ہے مشترک نمبر جلد حاضر ہوگا، مگر آپ جاپان کے متعلق ضرور کچھ لکھئے۔

خاکسار

ساغر نظامی

(۸)

سپٹ بازار۔ میرٹھ

۱۰ر دسمبر ۱۹۳۵ء

محترمی!

آداب عرض،

بخار میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں، اور کام بہت زیادہ کرنا ہے، کل ہی دہلی سے پھر بیمار ہو کر واپس ہوا ہوں۔ مشترک نمبر پیش ہے۔ خدا کرے آپ اس کو پسند فرمائیں میرے دوست کا خط اس میں آپ کے متعلق شائع ہوا ہے، میری رائے اس کے متعلق کچھ نہیں ہے۔ اگر کوئی اصولی اختلاف ہو تو آپ اس کا جواب دے سکتے ہیں۔

کیونکہ وہ بھی اصولی اختلاف ہی پر مبنی ہے۔ مشترک نمبر پر آپ ریویو فرما سکتے ہیں۔ بادۂ مشرق کی اشاعت کی طرف میں کل سے رجوع ہونگا۔ امید ہے کہ ایک ہفتہ کے بعد شائع ہو جائیگا۔ جگر صاحب کا دیوان شائع ہو گیا ہے۔ وصل بلگرامی صاحب قیصر باغ لکھنؤ سے مل سکتا ہے۔ میں اواخر جنوری میں ضرور بجنور آنے کی کوشش کرونگا۔ مشترک نمبر کے متعلق اظہار رائے فرمائیے۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۹)

چھپرہ (بہار)
۲۵ر فروری ۱۹۳۶ء

مائی ڈیر ضیا صاحب
تسلیم

میں چند در چند مصائب میں مبتلا ہوں۔ بہن T.B. کی مریض، بستر اندیشہ بر دراز ہے۔ چھوٹے بھائی کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی، خود بھی تندرست نہیں۔ اس پر ایشیا کا کام، اس پر پریس کے انتظامات!! مگر عزم کی روح ہے کہ زندہ رکھے ہوئے ہے۔ ایشیا کا ستمبر نمبر پہنچے گا۔ آپ چاہیں تو ایشیا کی مدد کر سکتے ہیں، مگر اغیار کیلئے آپ کا کرم ارزاں اور ساغر کیلئے ــــ بہر حال دونوں حالتیں شکریہ کے قابل ہیں۔
کچھ نہ سہی مگر مضمون ہی سہی۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۱۰)

ادبی مرکز۔ میرٹھ

۱۶/ مارچ سنہ ۱۹۳۷ء

بھائی جان!

میں کل صبح سفر سے واپس آیا۔ نامۂ گرامی اور صہر کا منی آرڈر ملا۔ شکریہ۔ میری بہن کو جو نوجوان اور بیحد ذہین و طباع ہے T.B. ہو گئی ہے، اس کے سلسلے میں سخت پریشان ہوں، مگر بہر حال اس پریشانی سے بچکر جایا کہاں جا سکتا ہے۔!؟

ایشیا اس کی علالت کی وجہ سے معرض تاخیر میں ہے۔ تاہم اس کے کچھ نمبر ارسال کرتا ہوں آپ نے جو صہر ارسال کئے ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو اس کو ایشیا کے زرِ سالانہ میں محسوب کر لوں، اور آپ چاہیں تو "بادۂ مشرق" ارسال کر دوں!؟

میں آپ سے ہرگز ناراض نہیں ہوں، میں تو کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوا کرتا۔ اگر آپ مجھے یا میری کسی جدوجہد کے متعلق اختلاف رائے رکھتے ہیں تو یہ کوئی وجہ ناراضگی کی نہیں ہے۔

فرید صاحب نے مجھے بھی کوئی خط نہیں لکھا، اور مجھے ان کی خیریت معلوم ہونے کے بعد کوئی ضرورت خط لکھنے کی محسوس نہیں ہوئی! اچھا خدا حافظ۔

خاکسار

ساغر نظامی

(۱۱)

ادبی مرکز، میرٹھ
۳راپریل ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر ضیا صاحب

میں کل ہی لاہور سے واپس ہوا، آپ کا خط ملا، گیا خط و کتابت ہی رہے گی۔ ملاقات نہ ہو گی، اس وقت میں نے اس طرح تشنگی محسوس کی جیسے سوکھی کھیتی ابر بارال کی پہلی بوند کیلئے پیاسی ہوتی ہے۔ میری بہن کی علالت مدامی ہے اور دوامی، اگر اس وقت بادۂ شرق کی اشاعت کی وجہ سے میرے مالی حالات درست نہ ہوتے تو بڑے امتحان میں پڑ جاتا۔ اعلیٰ ترین علاج نے اس کی زندگی کو کم از کم قائم ضرور کر دیا ہے۔ آگے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے !؟

ایشیا کے پرچے واپس آ کر میز پر دیکھے تو نہیں، مگر میں آج پھر روانہ کراتا ہوں۔ ہاں بادہ ارسال کئے دیتا ہوں تاکہ حساب برابر ہو جائے۔ میں زندگی میں اس قسم کا وزن پسند نہیں کرتا اور زندگی کا کچھ ٹھکانا نہیں، اسی لئے کسی قسم کا وزن اس نازک عروس کے کاندھے پر نہیں ڈالے رہنا چاہئے۔ پوسٹیج ۸ ہوتا ہے اسکے عوض بادۂ شرق آپ کو وی۔ پی ارسال کیا جاتا ہے۔ ظاہراس لئے کر دیا کہ کہیں آپ کو پریشانی نہ ہو۔

مشاعرہ میں شریک ہونے کے متعلق میں ایک اعلان کر چکا ہوں مگر اس اعلان کے بعد مجھے شدت سے یہ معلوم ہوا کہ میں ملک کی آواز کو رد نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں نے اس اعلان کو واپس لے لیا ہے۔ تاہم بجنور میں مشاعرہ کیلئے

نہیں آؤں گا، آپ سے ملنے کی غرض سے کہ ایک لمحہ بھی آپ جیسے محبّ کی خدمت
میں گذر جائے تو وہ بجائے خود ایک قرنِ مسرت ہے'۔
مجھے شرم آتی ہے جب میں انجمنوں وغیرہ سے کرایہ لینے پر مجبور کر دیا جاتا
ہوں مگر آپ خود ہی کہئے کہ جس قدر مانگ ہے اس کے لحاظ سے میری دوکان
میں جنس کہاں؟
اور سفر میں کبھی اندازہ سے خرچ نہیں ہوتا'۔ اول تو کہوں گا کہ آپ باز آجائیں'۔
اور قابو مشکل ہی ہو گیا ہو تو آپ کو اجازت ہے۔ آپ کا حملہ میری ناتوانی کو پیش نظر
رکھ کر ہونا چاہیے'۔ اچھا زیادہ محبت و مسرّت۔

خاکسار

میرٹھ۔ ۱۳ اپریل ۳۷ء　　　　ساغر نظامی

(۱۲)

مائی ڈیر ضیا!

تسلیم

آج میں دہلی سے واپس ہوا، عنایت کا منی آرڈر وصول ہو گیا شکریہ'۔ میں
انشاء اللہ ۲۷ کی شام کو میرٹھ سے روانہ ہو کر ہاپوڑ سے بجنور کیلئے روانہ ہوں گا'۔ اور
شب کو ۲½ بجے بجنور پہنچوں گا'۔ اسٹیشن پر ویٹنگ روم میں ٹھہرنے اور رہبری کیلئے
کسی معقول آدمی کو بھیج دیجئے۔ رہبر کیلئے یہ شرط لازمی ہے کہ اگر میں تھوڑی دیر جاگنا
چاہوں تو اُس سے باتیں کر سکوں۔ باقی زبانی'۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۱۳)

ساغر پریس میرٹھ
مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر ضیاء الاسلام!

تسلیم

میرا تار آپ کو مل گیا ہوگا، میں ابھی اپنے بمبئی کے دوستوں کو فرنٹیر میل سے روانہ کر کے واپس آیا ہوں، گو اپنے متعلق میں نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ تاہم اس جدید رابطہ و تعلق کی بنا پر جس نے ہم کو ایک جاودان رشتہ میں باندھ دیا ہے مجھے ندامت و افسوس ہے کہ میں رات ہی رات بجنور سے واپس ہو گیا، اور پھر حسب وعدہ واپس نہ ہو سکا۔ اگر آپ معاف کر سکتے ہوں تو ضرور معاف فرما دیجئے۔

میں شب و روز کی مسلسل تفریح و متواتر جہد و حرکت کی وجہ سے اس درجہ نڈھال ہو گیا کہ میری ہمت بجنور آنے کی نہیں ہوئی۔ لیکن آپ نے چاہا تو ہم پھر ایک جگہ جمع ہو سکیں گے۔

میں اسد صاحب سے قطعی بے خبر رہا۔ خدا معلوم وہ کل تک بجنور میں تھے یا مراد آباد تشریف لے گئے تھے، بہر حال مجھے امید ہے کہ آپ نے ان کو میرٹھ روانہ کر دیا ہوگا۔ بدر صاحب جلالی، اخگر صاحب اکبر آبادی، وغیرہ کا کرایہ بھی ان کو عطا فرما دیا ہوگا، اس کے علاوہ اسد صاحب کو رخصت کرنے میں بھی آپ ہی نے آسانیاں پیدا کی ہوں گی۔ میں اس باب میں آپ سے عرض کر چکا ہوں، امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۱۴)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۱۴ مئی ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر ضیا!

محبت اور مسرت

آپ کا خط پڑھ کر میں شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ جب تک آپ سے تفصیلی ملاقات نہیں ہوئی تھی، میں آپ کی انسانی افضلیت اور بلندی سے ناواقف تھا بجنور میں آپ کو پاس سے دیکھا تو آپ میں موہنی نظر آئی۔ اور جی چاہا کہ دو تین دن آپ کے پاس آرام سے گذاروں، مگر دہلی سے تار آجانے اور دہلی پہنچکر بمبئی کے دوستوں میں ایسا گھر گیا کہ بجنور واپس نہ آسکا۔ بمبئی کے یہ دوست بمبئی میں میرے لئے آنکھیں بچھاتے ہیں اگر میں اُن کی خاطر تواضع اپنے وطن میں نہ کرتا تو یہ انتہائی اخلاقی کمزوری تھی۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری اس فروگذاشت کو جو درحقیقت احساسِ فرض کے سلسلے میں مجھ سے ہوئی ہے ضرور معاف فرما دیں گے۔

مجھے مجاز سے بھی شرمندگی ہے، اُن سے بھی معافی مانگتا ہوں، ضرور دور رہے ہوں گے، اور ساغر کو بڑا افسوس ہے کہ وہ یارانِ میکدہ میں شامل ہو کر گردشِ دور کا مزہ نہ لے سکا۔

اسد صاحب کے ساتھ آپ نے جس ہمدردی کا ثبوت دیا اس کے لئے میں آپ کا بیحد شکر گذار ہوں۔ باقی تین کا بل ارسالِ خدمت کر رہا ہوں، کتابیں لینے والوں سے قیمت منگوا کر بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمانے کی زحمت گوارا کیجئے۔

میں اسی وقت آپ کے پاس مسوری وشملہ حاضر ہو جاؤں گا جب آپ مجھے یاد فرمائیں گے، جس وقت مجاز آپ کے پاس پہنچ جائیں، آپ مجھے اطلاع دیں، میں حاضر ہو جاؤں گا۔

آپ نے جس کتاب کی طباعت کے متعلق ذکر فرمایا تھا جب وہ مکمل ہو جائے تو میرٹھ اس کا مسودہ ارسال فرمائیے۔ میں اس کو اپنی کتاب سمجھ کر شائع کروں گا، گو آپ تحریر فرمائیں تو میں اپنا بلاک آپ کو ارسال کر دوں؟

خاکسار
آپکا۔ ساغر نظامی

(۱۵)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۳؍ جولائی ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر ضیا!

آپ سے دل کو ایسی لاگ ہو گئی کہ ہر وقت دل میں آگ سی روشن ہے، اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ نحیف شاعر کو "ناز فرمائی" کا نشانہ بنا دیں۔!؟

"ساغر برقی پریس کی اسکیم" کی شاعرانہ تشریح یہ ہے کہ موجودہ زمانہ شعر و ادب سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، اور خود ہم لوگ وہ دل و دماغ نہیں رکھتے جو امرا اور والیان ریاست کی دربارداری کر سکیں، اس لئے قدرتی طور پر میں زندگی کا پس منظر محنت کو پسند کرتا ہوں، اور چاہتا ہوں کہ دوسروں کی طرح شاعر بھی "کامل خود مختاریت" اپنی زندگی میں قائم کرے۔ میرا کام اہل احباب تک جن سے

کوئی پردہ نہیں ہے کہہ دینا تھا اب ان کا کام ہے۔ جو چاہیں کریں۔

اشرف سے ملاقات ہوئے زمانہ گذر گیا۔ دہلی تو میں بھی گیا تھا مگر ان سے نہ مل سکا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ آجکل دہلی میں ہیں۔ مجاز سے سخت ہمدردی ہے مگر "ایک حمام میں سب ننگے" کی مثل ہم لوگوں پر صادق آتی ہے کہ کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا، خیر سے ہر شخص مدد و رحم کے قابل ہے۔

آپ سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے مگر کیونکر ملاقات ہو!؟ صہ/ منی آرڈر مل گیا اور اب کوئی مطالبہ باقی نہیں۔

خاکسار
آپکا
ساغر نظامی

(۱۶)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۲۶/ ستمبر ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر ضیا!

آپ کا خط آیا تھا مگر میں مصروفیت کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ پیمانہ ماہانہ تین ماہ سے برابر وقت پر شائع ہو رہا ہے۔ اس کے بعد ایشیا کو سہ ماہی کی صورت میں شائع کر دیا ہے اس کی ایک کاپی بذریعہ وی۔پی آپ کو بھی ارسال کی جا رہی ہے۔ وصول فرما کر ممنون کیجئے۔ آپ نے ایشیا کا زرسالانہ ارسال کر دیا تھا مگر اس وقت ایشیا کے جاری کرنے کے ارادہ میں استقامت پیدا نہیں ہوئی تھی لہذا اس کے بدلے توبادۂ مشرق کی ایک جلد آپ کو ارسال کر دی گئی تھی

اور اب ایشیا ارسال کیا جا رہا ہے۔

اضطراب اور جہد کے عالم میں مصروف و پریشان ہوں، شاعر کے ساتھ موجودہ زمانے نے قدیم زمانوں سے بھی زیادہ بُرا سلوک کیا ہے مگر چارہ کیا ہے ؎

شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

براہ کرم اپنی خیریت سے مطلع فرمائیے۔ میں بظاہر اچھا ہوں۔

خاکسار

ساغر نظامی

(۱۷)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
یکم مارچ ۱۹۳۶ء

مائی ڈیر ضیا!

آداب عرض،

میں کانپور کے بلوہ میں زخمی ہونے کے بعد ۷ - ۸ دن بیمار رہا اس کے بعد بھائی کی شادی تھی اس میں مصروف رہا اب ایشیا کی طباعت کے آخری مدارج سے گذر رہا ہوں۔ آپ کا مضمون ایشیا میں طبع ہو گیا۔ اب دوسرے نمبر کے لئے کوئی دوسرا مضمون جلد از جلد ارسال فرمائیے۔ ایشیا ایک ہفتے میں پہنچ جائے گا۔ آپ کا وی۔ پی واپس آ گیا۔ آپ نے حکم دیا تھا تو وی۔ پی بھیجا گیا تھا ورنہ ہمارے درمیان اس تکلف کی گنجائش کہاں!؟ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ بستی میں ہیں

تو میں ۳۱ جنوری کو تو گورکھپور گیا تھا، جوش بھی تھے، ہم تمہارے پاس آنے، لطف رہتا، خیر پھر سہی، بستی میں ایشیا اور پیمانے کیلئے کچھ کیجئے۔ کیا نئے پتہ پر آپ کو وی۔ پی پھر بھیجا جائے؟

مجاز کی طرف سے مایوسی اور پریشانی ہے، آخر یہ کب تک!؟ میں اب اچھا ہوں اور مصروف ہوں۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۱۸)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۷ مارچ ۱۹۳۸ء

مائی ڈیر ضیا!

ارے بھائی ایسا بھی کیا غصہ، کیا قتل و غارت کا نام غصہ ہے، خیر بس خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہارا شاعر بچ گیا، ورنہ مرثیہ لکھنا پڑتا، اور میں پھر کبھی نظر نہ آتا، ہاں میں مصروف ہوں ؎

سوائے حسرت تعمیر گھر میں خاک نہیں

بہت ممکن ہے کہ تمہاری محبت بھری باتیں اور اخلاص میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹوں کا شہید ہونے کیلئے میں تم سے بہت جلد ملوں، ایشیا تین چار دن میں شائع ہو جائیگا، اس کے شائع کرتے ہی، میں پٹنہ جاؤنگا، راستہ واپسی کا گورکھپور بھی ہو سکتا ہے۔ بہرحال اسی نواح کی طرف آرہا ہوں، تم سے ضرور ملونگا،

تمھاری غزل پیمانہ میں شائع کر دی ہے، وہ تم نے دیکھا کہاں؟ اسی کا وی۔پی روانہ کیا جا رہا ہے، وصول کرو۔ پیمانہ اور ایشیا دونوں کا وی۔پی ایک ہی پیکٹ میں کر رہا ہوں، پرسوں ہی دہلی سے واپس ہوا ہوں۔ شام خوب گذری، اس شام کے متعلق ایک نظم کہہ رہا ہوں، آیا تو خود سناؤں گا، ورنہ تم ایشیا میں دیکھ ہی لوگے، میں نے ابھی کچھ کہا نہیں ہے، آلامِ حیات اور تفکرات مادی فرصت نہیں لینے دیتے! حالات اس قدر خراب نہیں ہیں، مگر ماحول (متعلقین) بڑا خراب ہے۔ سب غیر شاعر اور سب جوان، — اگر میں اس ماحول میں پیدا نہ ہوا ہوتا تو خدا معلوم کس درجہ کا شعر میرے دماغ سے پیدا ہوتا۔!؟ مگر مقدر،

تم خوش رہو مجھے اپنی فکر نہیں،

خاکسار

تمھارا ساغر نظامی

(۱۹)

ادبی مرکز۔ میرٹھ

۱۴ر مارچ ۱۹۳۶ء

مائی ڈیر ضیا!

خوش قسمتی کہ تم سے جلد ملنے کی صورت نکل آئی، میں یہاں سے ۱۷ر کی صبح کو پھر سامار (بہار) کیلئے روانہ ہونے والا ہوں، اپنی روانگی کا تار دونگا۔ شائد میرے ہمراہ آزاد انصاری اور جوش بھی ہوں، کوشش انتہائی کر رہا ہوں کہ یہ لوگ بھی ساتھ ہوں، تار پاکر تم اسٹیشن پر نہ آئے تو سخت شکایت رہے گی۔

دل کہ ہلاکِ شوق تھا، اب ہے حسن کی دنیا کیا کہنا

جوشِ طرب ہے ترکِ طلب میں، ترکِ طلب کا کیا کہنا

آئنہ دارِ عشرتِ دریا قطرہ مثالِ دریا ہے

میری فنا بھی رشکِ بقا ہے، اور طرب! کیا کہنا

چاند کی خاطر جیسے بچہ روتا، کڑھتا، مچلتا ہے

اُنکا نہ ملنا، مجھسے اُلجھنا، اے دل تیرا کیا کہنا

خوب نکالی دید کی حسرت عشقِ تمنا کشتہ نے

جلوے کو پردا آپ بنایا، اُسپہ تقاضا! کیا کہنا

داغ ہوا دل، خون ہوا پھر، اشک بنا پھر، ٹپکا پھر

رنگ بنا پھر، اُڑنے لگا پھر، جوشِ تمنا کیا کہنا

بزم بھی آخر، دور بھی آخر، شمع بجھی سی جلتی ہے

تمکو بھی جلدی، ہم بھی مسافر، ورنہ ابھی تھا کیا کیا کہنا

حیف اثر کا کھویا سا رہنا، اور کبھی جو بات بھی کی

طنز سے تیرا ہنسکر کہنا "آپکی سننا! کیا کہنا!"

ایشیا کا تازہ نمبر ارسال خدمت ہے'۔ اس کے آئندہ نمبر کیلئے فوراً کوئی مضمون ارسال فرمائیے۔ وقت بہت کم ہے اور اپریل کے اواخر میں اس کو ضرور شائع کر دینا ہے'۔ اس باب میں میں اب کوئی یاددہانی نہیں کروں گا'۔ مجھے مستقبل میں شدید کام کرنے ہیں'۔ بڑی مصروفیت رہے گی'۔ اس لئے آپ اپنے فرض کو بغیر کسی دباؤ کے محسوس کیجئے۔ مجاز کا خط آیا تھا علی گڑھ تشریف رکھتے ہیں'۔ اور نظم پھر بھی نہیں بھیجی'۔!؟

تمھارا

ساغر نظامی

(۲۰)

ادبی مرکز

۲۸ مارچ ۱۹۳۵ء

بلیا

کیر آف نواب جعفر علی خاں صاحب اثر بی۔ اے لکھنوی

کلکٹر آف بلیا

پیارے ضیا!

کیوں نہیں آؤنگا ——— !؟ میں اور بے التفات !! کیا کروں، فرائض اور اُن کی ادائیگی کے احساس میں اس قدر جکڑا ہوا ہوں کہ دوستوں سے ملنے کے وعدے پورے نہیں ہوتے'۔ ورنہ تم اتنے پیارے انسان ہو کہ ساری عمر تمھارے ساتھ گذار سکتا ہوں'۔

میں یہاں سے پٹنہ جاؤں گا، اور وہاں سے واپسی پر بستی آؤنگا۔ آنے سے پہلے تمھیں ضرور تار دونگا۔ مجازؔ کو میں نے میرٹھ آجانے کا مشورہ دیا تھا مگر انکے حالات ایسے نہیں ہیں کہ وہ آسکیں، پھر اُن کی یہ شرط کہ میں مستقل میرٹھ رہوں تو ان کا ہی لگے گا، مجھے تو اردو زبان کی خدمت کے جنون میں اب در در مارا پھرنا پڑے گا، سو پھر رہا ہوں۔ کیونکر پوری ہوسکتی ہے۔!؟

جوشؔ کے ساتھ ۱۵، ۱۶ کی شام خوب گذری، اختر شیرانی بھی آئے ہوئے تھے۔ تم جانتے ہو کہ یہ "تنہا خوری" نہیں ہے جب بارش کرم ہوتی ہے تو رحمت کوئی منادی نہیں کراتی، بس برس پڑتی ہے، سب کچھ بکایک ہوا، اور تم یاد آئے یاد آتے ہی تمھارے نام کی گرادی گئی، بہادی گئی۔ ایشیا کیلئے جو اشعار تم نے ارسال کئے اُن کا شکریہ، مگر آپ یوں عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ دلی کی اس شام (؟) کے متعلق دو بند ابھی تک کہے ہیں۔

وہ شام

کیا شام تھی، کیا شام تھی، کیا شام تھی — وہ شام
تھی کوئی سمن بر تو کوئی صورتِ گلفام
ہر گام پہ اک صبح تھی ہر گام پہ اک شام
ساغر تھی ہر اک آنکھ تو ہر قشقہ تھا اک جام
ہر جام کی آغوش تھی میخانۂ الہام
کیا شام تھی — کیا شام تھی — کیا شام تھی وہ شام

(۲)

وہ شام کہ بے ہوش تھا جب فتنۂ ایّام
وہ شام کہ ادیان و جبل تھے محض اوہام
وہ شام کہ اسلام بھی تھا کفر کا اک نام
وہ شام کہ جب کفر تھا ہم رتبۂ اسلام
کیا شام تھی، کیا شام تھی۔ کیا شام تھی وہ شام

میں اس سفر میں تم سے ضرور ملوں گا۔ بلیا سے میں پٹنہ جاؤں گا۔

تمہارا
ساغر

(۲۱)

میرٹھ
۱۴ مئی ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر ضیا!

محبت

کیا عرض کروں، اس قدر بے ڈھنگا اور نتائج کے لحاظ سے اس قدر پریشان کن سفر رہا کہ میں بالآخر میرٹھ ہی واپس ہو گیا۔ میری انتہائی آرزو تھی کہ میں بستی آؤں، بستی میں کیا رکھا ہے مگر تم ہو تو گویا صحرا بھی گلشن ہے، ایشیا کا تازہ نمبر ابھی شائع نہیں ہوا ہے، چھپائی شروع ہو گئی ہے۔ میری محبت آنے جانے اور مکاتیب تک محدود نہیں ہے، تم سے جو تعلق ہے وہ اِن رسموں کا

پابند نہیں ہے۔ میرے دل میں خود کو تلاش کروگے تو تنہا ہوا پاؤگے۔ اور یہ وہ دل ہے جس میں کسی کو آنے کی اور آکر رہ جانے کی ذرا کم ہی اجازت ہے نا؟

برا نہ مانو تو صاف کہوں کہ تمہارا ڈرامہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے نہیں شائع ہوگا، غزل ضرور شائع ہوگی، بعض شعر بڑے دل نواز و دلدوز ہیں۔

جگر کی موت کی خبر عمداً اڑائی گئی تھی، قصہ بہت طولانی ہے لیکن جگر ہر کاپور میں ایک خاتون نواب سردار بیگم اختر حیدر آباد کی طرف سے ڈفیمیشن کیس چل رہا ہے۔ اس کے سلسلے میں پوزیشن کے ثبوت میں فائل مکمل کرنے کیلئے انکے دوستوں نے ایسا کیا، اور ظاہر ہے کہ اخبارات کے کٹنگ اور افراد کا تحریری مجموعہ اعتراف و افسوس بہت اہمیت رکھتا ہے لیکن بہرحال اتنے سے کام کیلئے سارے ہندوستان کو روحانی تکلیف دینا ایک بڑی شقاوت خیال کرتا ہوں، یہ کہنا مشکل ہے کہ کسی نے گپ اڑائی، یہ تو شاید مراد آباد ہی سے اخبارات کو تار گیا۔ میرے پاس کوئی اخبار ایسا نہیں ہے جس میں یہ پتہ چل سکے کہ سب سے اوّل کس میں یہ خبر شائع ہوئی۔ دو دن اس سلسلے میں مجھ پر ایسے سخت گذرے کہ کسی عزیز کیلئے بھی نہیں گذرے تھے۔

گرمیوں، گرمیوں تو شاید میں بستی نہ آسکوں گا، مگر آؤں گا ضرور۔ اگر کوئی مضمون تیار ہو تو فوراً بھیجدو۔

تمہارا خاص
ساغر

(۲۲)

ادبی مرکز، میرٹھ
۲۰ جولائی سنہ ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر ضیاء الاسلام!

تسلیم

آپ کی تمام کیفیات کا مجھے علم ہے، اور آپ خیال کرتے ہیں میں آپ سے غافل ہوں اور بیگانہ، بہت جی چاہتا ہے آپ سے ملاقات ہو مگر کیونکر ہو۔ میں اور مزدوری! آپ اور غلامی!! اے کاش ہم اور آپ ہر قید سے آزاد ہوتے۔؟

میں نے اپنے پریس کے موجودہ دورِ ابتلا اور اپنی پریشانیوں کو کم کرنے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ادبی جدوجہد میں آسانی پیدا کرنے کیلئے سوچا ہے کہ پریس کو مشین پریس میں تبدیل کر دیا جائے۔ اسی سلسلے میں ایک اسکیم دوستوں کے نام شائع کی ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اس کے ساتھ جو سلوک آپ مناسب خیال کریں کریں، میں زیادہ کچھ عرض نہیں کرونگا۔

براہ کرم اپنی خیریت سے آگاہ کیجئے اور اگر تبصرے خریدار سے صر وصول ہو گئے ہوں تو بھجوا دیجئے، میری بہن کی پھر حالت خراب ہو گئی ہے، موسم کی سختی برداشت نہیں کر سکتی۔ امید ہے کہ آپ اچھی طرح ہوں گے۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۲۳)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۲۲ر جون ۱۹۳۸ء

جانم ضیا!

غمِ زمانہ نے جھاڑی نشاطِ عشق کی مستی۔!

آپ کے محبت نامہ کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ مسوری سے آئے ہوئے سر سلطان احمد صاحب کے پیامی کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ مع اپنی نصف بہتر کے مسوری کی چوٹیوں پر دادِ عیش دے رہے ہیں !؟

پہلے تو تم یہ بتاؤ کہ چپ چاپ شادی کیوں کی اور کی تو خبر کیوں نہ کی!؟ مجھے ابھی شک ہے لیکن نیک افواہ کو ہمیشہ مصدقہ خبر کی حیثیت دینا میرے ذوقِ توہم کی عادت ہے۔ بہر حال اگر میرا خیال درست ہے تو میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں، اور تمھاری بیوی کو سلام نیاز و خوش آمدید کی نذر۔ میں ان کے مکان پر کئی بار گیا ہوں ان کی والدہ سے مسز نائیڈو نے لکھنؤ اسٹیشن پر ملایا بھی تھا، نسیم صاحب سے بھی سرسری علیک سلیک ہے۔ مگر تم جانتے ہو کہ تمام دنیا کی ضد شاعر اور شاعر کی ضد تمام دنیا ہے۔ اس لئے جب تک سوسائٹی کا نظام اور ذہنیتوں کی رفتار سرے ہی سے تبدیل نہ ہو جائے ہمارے اور دنیا کے تعلقات خوشگوار نہیں ہو سکتے؟

اچھا سنو، شاید تمھیں یہ سن کر افسوس ہو کہ تمھارا ساغر شدید مشکلوں کے گرداب میں پھنس کر رہ گیا ہے گو یہ گرداب اپنی قسم کا نیا نہیں ہے مگر جنجال میں پھنستے پھنستے تھک سا گیا ہوں اس لئے ایک قسم کی رمیدگی گھیرے ہوئے ہے اور تمام رشتے

توڑ دینا چاہتا ہوں مگر صرف اس لئے کہ یہ رشتے ٹوٹے تو کوئی نیا جال سامنے
آجائیگا۔ درو دیوار پر نظر کر کے رہ جاتا ہوں، زندگی اور قید دوام میں کوئی فرق نہیں،
تم جانتے ہو کہ میں نے محنت سے کبھی گریز نہیں کی، میری زندگی حالات
کی بنا پر ایک مجاہدہ رہی اور اب بھی ہے، مگر شاعر اور زندگی کی یہ کشمکش ع

حد چاہیئے سزا میں عقوبت کے واسطے !

لیکن ہمیں کیا حق ہے جب ہم پیختے ہوئے زمانے میں انقلابی خیالات
کے ساتھ پیدا ہوئے ہیں، اگر ہمیں واقعی انقلاب کی نمائندگی اور ارتقا کی
ترجمانی کرنی ہے تو سب کچھ ٹھنڈے دل سے برداشت کرنا ہوگا۔

اس مجاہدہ میں کبھی کبھی سخت مقام آجاتے ہیں۔ ایک ایسی ہی مصائب
کی لرزتی ہوئی چٹان پر میں اس وقت کھڑا ہوا طوفان میں گھر گیا ہوں۔ موجودہ
پریس بالکل ناکام ہے، اس کو چند ماہ ملتوی کر کے مشین پریس کی اسکیم کو کامیاب
بنانا چاہتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ میں اس کو چھ ماہ میں معرضِ تشکیل میں لے
آؤں گا، تم سے صرف ایک مدد چاہتا ہوں کہ ۶ ماہ کیلئے تم شاعر کو دو سو روپیہ
بطور قرض بھیجدو، میں ۶ ماہ کے بعد بعد شکریہ واپس کر دوں گا، اس صورت
کے علاوہ میں کوئی صورت برداشت اور گوارا کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں، مگر یہ
تمھیں یقین کرنا چاہئے کہ میں تمھارا روپیہ ماروںگا نہیں، نزاکتِ حال کے
متعلق بس اتنا کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ مشکل معمولی درجہ کی نہیں ہے۔ اس
درجہ کی ہے کہ میں اس کا کوئی حل نہیں کر سکا اور تم کو گھبرا کر لکھ بیٹھا۔

اگر تم بھیجو تو تار کے ذریعہ بھیجنا اور اگر مجھ پر اعتبار نہ ہو تو خدا اور شیطان اور اندھی قدرت کوئی نہ کوئی میری محافظت کرے گا' نہ کرے گا تو بھائی جو کچھ بھی ہو۔

ایشیا ——— !؟ ایشیا تیار ہے' مسوری سے آنے کے بعد شائع کیا جائے گا' تصویر کا بلاک ارسال کردو' ایشیا میں شائع کردونگا۔ اور ایشیا کے علاوہ بھی' ڈرامہ بیرنگ ارسال ہے'۔

کیوں ——— !؟ ——— (؟)

خاکسار

تمہارا ساغر

(۲۴)

ادبی مرکز۔ میرٹھ

۲۴ر جون ۱۹۳۸ء

مائی ڈیر ضیا

تسلیم

میرا مفصل خط اور ڈرامہ یقیناً تمھیں مل گیا ہوگا' میں سر سید سلطان احمد کے انتہائی اصرار کی وجہ سے ایسے عالم میں کہ دماغی سکون اور دلی اطمینان حاصل نہیں ہے' شاعری فرمانے کیلئے مسوری کی پر بہار چوٹی پر جا رہا ہوں' اللہ اللہ

کلفت درماندگی محسوس کیوں کرتا کوئی

سب نے آنکھوں پر لیا آسودہ منزل دیکھ کر

پریشانی میں فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کیا لکھوں مختصر یہ ہے کہ تم نے میرے خط

کے متعلق کیا کیا؟ میں جانتا ہوں کہ شاید ذاتی طور پر میرا کام نہ کر سکو، مگر اس وقت جس طرح ہو کرو، ۶ ماہ میں میں تمہیں روپیہ واپس کر سکونگا۔ اس وقت حالات الجھ گئے ہیں، میں انھیں سلجھا کر سکون و عافیت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے زیادہ اس انتہائی "ذاتی" معاملہ میں میں کیا اور عریاں لکھوں۔ !؟

میں پہلی ٹرین سے مسوری سے واپس آجاؤں گا۔ امید ہے کہ اس وقت تمھارا جواب مجھے ملے گا۔

خاکسار

تمھارا ساغر نظامی

(۲۵)

ادبی مرکز۔ میرٹھ

۱۶ نومبر ۱۹۳۵ء

بھائی،

میرے کوائف !؟

وہی ہم ہیں، قفس ہے اور ماتم "بال و پر" کا ہے !

شاعر سے جب سوال کرو، اس کے کوائف کا مت کرو، ہاں یہ پوچھو کہ اس کی شاعرانہ تخلیق کا کیا عالم ہے؟ سو، شکر ہے کہ میں اپنے شعر کی طرف سے مایوس نہیں، اور پھر شعر کے جسقدر متعلقات ہو سکتے ہیں ان کی تخلیق اور پرداخت بھی ہو رہی ہے، ایک غزل کے چند شعر سنو، اور شعر پر غور کرنے سے زیادہ یہ سوچو کہ یہ کیوں کہے گئے ہیں ۔۔۔ ؟ گو میں جانتا ہوں کہ تم نے اس عالم کا اندازہ لگانے

کی اہلیت کو شادی کر کے ضائع کر دیا ہے مگر شادی سے پہلے کا بچا کھچا رچاؤ شاید تمھاری مدد کرے سے

سُنا ہے یہ جب سے کہ وہ آرہے ہیں — دل وجاں دوانے[1] ہوئے جارہے ہیں

[1] دوانہ عمداً لکھا ہے اور کوئی لفظ اس مفہوم کی نمائندگی نہیں کرتا تھا جو شاعر کا مقصود ہے سے

معطّر معطّر، خراماں خراماں — نسیم آرہی ہے کہ وہ آرہے ہیں
نگاہیں گلابی، ادائیں شرابی — ہر اک گام پر لغزشیں کھا رہے ہیں
فلک بن گیا میرا دوشِ تخیل — سہارا لئے وہ چلے آرہے ہیں

اور سنو سے

اُنھیں بڑھ کے کیا نذر دیں ہم الٰہی — متاعِ دل وجاں پہ شرمارہے ہیں
کرم کی یہ مجبوریاں اللہ اللہ — نظر سے دلاسے دیئے جارہے ہیں

مری روح میں چھپ کے ہر وقت ساغر
وہ اِک نغمۂ جاوداں گارہے ہیں

اُن کے آنے کے بعد کی کیفیت سے

اے زہے کیفِ شرابِ التفات — جھومتی ہے میرے دل کی کائنات
لے نہ ڈوبے آج طوفانِ کرم — کائنات و ماورائے کائنات
اے سراپا نازشِ حسن و جمال — تجھ پہ قرباں عاشقی کی کائنات
تیرے ہنس پڑنے سے ہوتی ہے سحر — تیرے چھپ جانے سے ہوجاتی ہے رات
دور میں تیرے اثر سے مہر و ماہ — وجد میں تیری نظر سے کائنات

زمزمے تیرے تکلّم پر نثار　　ناز کرتی ہے ترے ہونٹوں پہ بات
خاک دل سے پھر اٹھیں چنگاریاں　　پھر بھڑک اٹھی مری شمعِ حیات
اک سراپا ناز کو تھا ہم سے شوق　　کہہ سکیں گے کس سے دنیا میں یہ بات
پھر اسی رسمِ ستم کو تازہ کر　　موت ہے تیری نگاہِ التفات

ہوشیار اے ساغرِ دیوانہ خو
پھر ہوئی نذرِ جنوں تیری حیات ——!؟

غالباً ان دونوں غزلوں (یا نظموں) کو پڑھ کر تم سمجھ گئے ہو گے کہ میرے کیا کوائف ہیں ؟! —— اب کسی شاعر سے نہ پوچھنا کہ اس کے کیا کوائف ہیں ؟! ——!؟

یہ تو تھا شوِ بہار کار استہ، اب گاندھی جی کی دنیا میں آئیے۔

ڈپٹی صاحب! زندگی کی تمام تلخیاں آجکل شباب پر ہیں، جسقدر ممکن مالی پریشانیاں ہوسکتی ہیں ان سب کو آجکل میرے ساتھ عشق ہے۔ موسم آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، وقت آتا ہے اور ماضی بن جاتا ہے مگر یہ پریشانیاں حال بن کر رہ گئی ہیں، ان پریشانیوں کی روح فرسا جاں گدازی ہی نہیں دماغ سوز شدّتِ تکلیف سے میرا کلیجہ پھٹ جاتا اگر قدرت اس شعر ؎

تیرے ہنس پڑنے سے ہوتی ہے سحر　　تیرے چھپ جانے سے ہو جاتی ہے رات

کے مجسّمے کی فیاضانہ نذر مجھے نہ دیتی۔!؟

پیمانہ کا رجسٹرڈ نمبر نہیں ملا اس لئے اس کو بند کر دیا گیا، لیکن ایشیا تین چار دن میں حاضر ہو گا اور اس کو دیکھ کر آپ بہت مسرور ہوں گے۔ آپ نے اپنے مضمون موعودہ کو نہ بھیج کر اس اعتماد کو زخمی کیا ہے جو مجھے آپ کی ذات پر ہے۔ تمھاری بیگم سے

اگر میرا تعارف ہوتا تو میں انھیں سے کچھ زور ڈلواتا، مگر اب کیا کر سکتا ہوں آپ ڈپٹی، ہیں شاعرِ محض، ـــــ !؟

ظاہر ہے کہ میں اچھا ہوں، - اور تم، !؟

تمھارا

ساغر نظامی۔

(۲۶)

ادبی مرکز، میرٹھ

۲۵ ر دسمبر ۱۹۳۸ء

بھائی جان!

تم بھی کہتے ہوگے کہ ساغر بھی کیا ہیولہ انسان ہے، !؟

مگر میں اپنی مصروفیت اور گوناگوں گردش کا کیا حال بیان کروں !؟ میں ۱۸ ر دسمبر ۱۹۳۸ء کو میرٹھ واپس آگیا تھا، مگر آتے ہی ایشیا میں گم ہوگیا۔ روزانہ ارادہ کرتا تھا کہ شام کو آستان بوسی کروں مگر دن کو کام اور شام کو یاران طریقت کا جماؤ، اس سے قبل کہ گھر سے نکلوں، احباب آجاتے ہیں اور وہ اس درجہ کے ہیں کہ ان سے آنکھ چرانی گناہ خیال کرتا ہوں۔

سب کو آپ کا متوالا بنا دیا ہے، اور سب سے کہہ دیا ہے کہ بھئی ضیا کے طفیل میں دال روٹی کھلادونگا، مگر فرصت کہاں کہ آتا یا آپ کو خط لکھتا، بات یہ ہے کہ غیر معمولی دیر ایشیا میں اس مرتبہ ہوگئی ہے، اب جب تم واپس آؤگے ایشیا شائع ہوچکا ہوگا۔ اور میں اطمینان سے ملونگا، میں ۴ر جنوری تک میرٹھ میں مقیم رہونگا۔

(۴۷)

یوروپین وارڈ میرٹھ سول ہاسپٹل
۶ر فروری ۱۹۳۹ء

مائی ڈیر ضیاء الاسلام صاحب

تسلیم

میں پھر علیل ہو گیا ہوں، پھر بیمار ہوں، معلوم نہیں کہ آخری وقت آگیا، یا کیا؟ بہر حال اگر مشاعرہ ملتوی نہ ہوتا تو بھی میرے لئے بجنور آنا قطعی ممکن نہ تھا۔ میری شدید علالت کی وجہ سے ایشیا کا کوئی نمبر مشترک نمبر کے بعد شائع نہیں ہو سکا ہے، ہانرہ البتہ شائع ہو گیا ہے مگر کلیتہً نہیں، بادۂ شرق جس کے متعلق آپ نے جے پور میں بہ حیثیت سرپرست ذکر فرمایا تھا، بذریعہ وی۔پی خدمت اقدس میں ارسال کیا گیا ہے۔ کیونکہ مجھے آپ جیسے محب دوستوں سے یقین ہے کہ وہ ایسے وقت میں کہ بادہ میں میرا بہت ہی وقت و طاقت صرف ہوگئی میری مدد فرمائیں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے کبھی خود کو دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کی، اس لئے میں خود آپ کو ریویو کیونکر روانہ کر سکتا ہوں، بادہ آپ کی نگاہ کے سامنے ہوگا۔ جو آپ کی دلی اور واقعی رائے ہو اس کا اظہار فرمائیے۔ تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ میں نے اس وقت تک وقت ضائع کیا یا وقت کا صحیح مصرف کیا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میں نے کسی عدم تیقن کے ساتھ یہ کتاب ملک کے سامنے پیش کی ہے، نہیں، میں نے خود اعتمادی اور یقین کے ساتھ اپنی یہ تصنیف پیش کی ہے، تاہم میں ایماندار نقادوں کی حقیقی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں، اور اپنی

تصنیف کی طرف سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں دیکھتا،
امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۲۸)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۲۵ر فروری ۱۹۳۹ء

ضیا!

میں کل چار بجے سے سخت بیمار ہوگیا، اس وجہ سے حاضر نہ ہو سکا، اس عدم حاضری میں یہ بھی خیال کیا کہ شاید آپ خود ہی چلے آئیں گے مگر آپ کیوں آتے!؟ اچھا ایک کارڈ کے ذریعہ یہ اطلاع ضرور دیجئے کہ چھوٹا بلاک بڑے بلاک پر چھپے گا؟۔ اگر ایسا ہے تو بلاک کی خوبصورتی ختم ہو جائیگی۔ میرے خیال سے اس کو نیچے شائع ہونا چاہئے۔

لاہور آپ نہیں چل رہے ہیں، جن لوگوں سے آپ محبت کرتے ہیں، انکے ساتھ آپ کی مصلحت اندیشیاں بھی جاری رہتی ہیں!؟ —— جوش کے تار کا انتظار ہے۔

بھئی ابھی ابنِ یمین والا مضمون شائع نہیں کرتے! تمھاری یہ نظم خوب ہے، اس پر ایک نوٹ لکھ کر شائع کئے دیتا ہوں، جواب ضرور دیجئے تاکہ میں جانے سے قبل اس بلاک کو چھپنے کیلئے دیدوں۔!؟

خاکسار
ساغر نظامی

(۲۹)

ادبی مرکز
۱۶ مارچ ۱۹۳۹ء

ضیا!

امید ہے کہ تم اچھے ہو گے۔

میں خود آتا لیکن ایشیا کا باب انتقاد لکھ رہا ہوں۔ مجھے بڑی ندامت ہے مگر مفلسی کا بُرا ہو، ایسی ہزاروں ندامتوں کا سامان کر سکتی ہے۔ میر صاحب کو اک شخص کا مطالبہ پورا کرنا ہے۔ اور میں دو دن سے بالکل مجبور رہوں۔ امید ہے کہ تم پورا کر دو گے۔

میں پرسوں صبح دہلی جاؤں گا اور ۴ بجے سے پہلے تم کو خط لکھونگا۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۳۰)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۲۸ مارچ ۱۹۳۹ء

مائی ڈیر ضیا!

تسلیم

چیک کے متعلق آج تعطیل کی وجہ سے کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ بہر حال جو ہوگا ہو جائیگا۔ کلیم مل گیا۔ آپ کی امانت ہے کام لینے کے بعد ضرور واپس ارسال کر دونگا۔ ایشیا کے دو پرچے آپ کو ضرور پہونچیں گے۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ کو

میرا خط نہیں ملا، میں نے دہلی پہنچ کر سب سے پہلے حالات معلوم کرنے کے بعد آپ کو خط لکھا اس کے بعد کوئی کام کیا۔

آپ میری بات کا یقین کیجیے، اور مجھے بیحد افسوس ہے کہ آپ کا قیمتی وقت میں نے ضائع کر دیا۔ مشاعروں کی کچھ نہ پوچھیے زبانی کہونگا۔ سخت پریشان اور گم رہا۔ میں کل شام کو انشاء اللہ حاضر ہونگا۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۳۱)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۲۹ مارچ ۱۹۳۹ء

مائی ڈیر ضیا!

تسلیم

میں ۷ دن دہلی رہا اس کے بعد دو مشاعروں میں مقامی طور پر بالکل محو رہا، اتنا محو کہ تم کو ان مشاعروں کیلئے بلا بھی نہ سکا۔ اچھا کب جا رہے ہو اور سامان کیلئے تم نے کیا کیا؟ ساتھ لے جاؤگے یا فروخت کر دگے!؟

تم نے جو چیک بھیجا تھا اُسے میں نے اپنے حساب میں جمع کرنے کے لئے امپریل بنک بھیجا تھا، وہ واپس آگیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس میں دستخط کچھ مختلف ہیں، اس لئے اس کو واپس کرتا ہوں۔ اب تم جانو، دوسرا چیک دو یا روپیہ۔

بلاک واپس کرتا ہوں، تصویر بہت اچھی چھپی ہے۔ اس کی ایک کاپی

ارسال ہے۔ جواب واضح!

خاکسار

ساغر نظامی

مجھے اس کلیم کی فوری طور پر سخت ضرورت ہے جس میں جوش نے اپنے شارات میں شاعر اور شاعری پر روشنی ڈالی ہے۔ غالباً جنوری ۱۹۳۹ء کا نمبر ہے۔ حامل ہذا کو عنایت کر دیجئے۔

(۳۲)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۵ اپریل ۱۹۳۹ء

مائی ڈیر ضیا!

تسلیم

میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوں کہ تم میرٹھ ہی میں مستقل ہو گئے۔ ایک صاحب نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارا تقرر میرٹھ کیلئے گزٹ ہو گیا۔ مجھے، تمھیں اور ناچیز کو مبارک ـــــ!؟

کلیم کا پرچہ واپس کرتا ہوں۔ کل ۱۲ بجے میں دہلی چلا جاؤنگا۔ اور وہاں سے تم کو خط تحریر کروں گا۔ باقی زبانی۔

خاکسار

ساغر نظامی

(۴۳)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۲۵؍اپریل ۱۹۲۹ء

جانم ضیا!

میں نے دفتر میں کل اطلاع دی ہے، پرچے براہ راست آپ کو پہنچ جائینگے تین پرچوں کی قیمت ۱۲؍ ہوئی اور تمھارا زرِ سالانہ بھی ختم ہو گیا ہے۔ اگر آپ ایشیا کو اس طرح لیں تو سبحان اللہ ورنہ شکایت نہیں۔ ویسے بھی حاضر ہوگا بعض دوستوں کو اس کی شکایت ہے کہ ایشیا وہ قیمت دے کر پڑھتے ہیں،۔!؟

اس کے جواب میں دفتر سیاہ ہو سکتے ہیں، لیکن تم سوچ سکتے ہو کہ ہندوستان میں یا اردو دنیا میں ادب کا کاروبار سوائے احباب کی ادب نوازی کے اور کسی برتے پر چلتا یا چل سکتا ہے۔!؟

حکومت ادب کی سرپرستی کرتی نہیں یہ مرض عام نہیں کہ سب ہمدرد ہو جائیں، جو اس جوہر کے جوہری ہیں وہی اس کی قیمت لگا سکتے ہیں!؟

کئی دوستوں نے مجھے تاجر کہنا شروع کیا ہے۔ الحمدللہ، محنت کر کے روٹی کھاتا ہوں، ڈاکہ، چوری، قصیدہ خوانی، وظیفہ خوری، غداری اور دھوکہ بازی کے ذریعہ پیٹ نہیں بھرتا۔ تعریف و تنقیص دونوں میرے مقصد کی تکمیل کا ذریعہ نہیں، "مقصد" میری تکمیلِ مقاصد کا ذریعہ ہے —!؟

بے حیا نہیں، کہ سرمایہ داروں اور امیر دوستوں کے دروازوں پر بھکاری کی طرح پڑا رہوں، شکر ہے کہ محنت سے گو بازو شل ہو جاتے ہیں مگر میں کسی کا

مرہون منت نہیں، کیا مزہ کی بات ہے کہ آدمی کو کسی طرح کل نہیں! ؟

مجھ میں واقعی برداشت اور عفو کا بڑا جوہر ہے۔ تمھیں میری ذاتی اور نجی زندگی کا علم ہو تو حیرت کرو۔ میں اعلیٰ اخلاق کے مقابلے میں اپنی زندگی کے ہر نقصان کو برداشت کرتا رہا ہوں اور اب بھی اسی منزل سے گذر رہا ہوں، ویسے میں ایک خامیوں اور خامکاریوں کی پوٹ ہوں، مگر یہ میرا ایمان ہے کہ یہ تمام انسانی جدوجہد، دنیا کی فلاح و نیکی اور ترقی و حیات پر منتج ہوتی ہے، سو اگر ہم ان مقاصد میں معاون نہیں ہیں تو فرض ادا نہیں کرتے۔ فرض کی ادائیگی کا سلسلہ اسی وقت جاری رہ سکتا ہے کہ ہم اپنی ذات کو دوسروں کیلئے خیال کریں۔ اور دنیا و انسان کیلئے مٹتے اور مرتے رہیں، لیکن دوسروں کو اگر اپنے لئے تصور کریں گے تو اوّل کبھی دوسرے ہمارے لئے قربانی نہیں کریں گے، اور ہمیں اس عدم قربانی سے تکلیف ہوتی رہے گی۔ اور اس صورت میں ہم "خالق" نہیں رہیں گے "مخلوق" ہو جائیں گے۔ اس لئے ہمیں ان مصائب اور تکلیفوں سے صرف وہ جذبۂ محبت آزاد کر سکتا ہے جو ایک باپ یا پیغمبر سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اگر ہم اس درجہ کے آدمی نہیں ہیں تو اس کا اعلان کر دینا چاہئے کہ ہم محض "عامی" ہیں اور ہمیں تم سے کچھ مطلب نہیں، ہم سے کسی تخلیق اور خدمت کا مطالبہ نہ کرو، ہم تمھاری طرح ایک آدمی ہیں اور فائدہ کے ساتھ زندہ رہنا چاہتے ہیں۔

— میں جانتا ہوں کہ اگر ایشیا کے بجائے ۸۰۰ روپیہ ان تین ماہ میں ایک تانگہ بنانے میں صرف کئے جاتے تو اس وقت تانگہ بھی ہوتا۔ اور اس سے آمدنی کا سلسلہ بھی! ؟ مگر رسالہ کے جتنے وی۔ پی گئے تھے ۷۵ فیصدی واپس

آرہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ شاید سو روپیہ بھی اس ماہ میں آمدنی نہ ہوگی ——
مگر مجھے یہ حق نہیں کہ میں ناراض ہوں، کیونکہ مجھ سے کسی نے آکر ہاتھ نہیں جوڑے
تھے کہ آپ رسالہ نکالیئے اور شاعری فرمائیے"۔ میرا فرض ہے اور اس کے اثرات مابعد کا
میں خود ہی ذمہ دار ہوں۔ میں ادبی دق میں مبتلا ہوں، یادق رہے گی یا میں، ——
یا دونوں غائب۔

اتنی باتیں محض اس لیئے لکھیں کہ آجکل جوشؔ صاحب کی ذکی احساسی زوروں
پر رہی ہے، مجھے تو خیال بھی نہیں ہوا تھا، دراصل آپ سے وہ سخت ناراض تھے آجکل
(؟) زوروں پر ہیں، اور کیونکہ وہ پریشان ہیں، اس لیئے رائی بھی ان کو پہاڑ معلوم
ہوتی ہے۔ مگر وہ بہرحال ایک سادہ دل اور نیک آدمی ہیں، اور ان کو اب کچھ
خیال نہیں۔ مجھے بھی تمہاری طرف سے کوئی دکھ نہیں،
رہا میں —— سو، مجھے سہار کی بہت عادت ہے، ہاں میری پریشانی
کیا ایک وقت ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے جب کسی کی ذات سے میری روٹی وابستہ
ہو، شکر صد شکر کہ میں روٹی کے معاملے میں اپنا رازق خود ہوں، اس کے بعد مجھے دنیا
کے کسی ایک انسان سے تکلیف نہیں ۔!؟

تمہاری نظم میں "کب آؤگی تم" والا مصرع ناموزوں تھا، اس لیئے میں نے
عمداً اس کو موزوں کرنے کیلئے تحریف کی، معاف کرنا۔

نیا ادب سامان کھلنے پر دہلی کے پتہ پر ارسال کر دینا۔

تمہارا دیسا ہی :— ساغرؔ نظامی

تازہ ایشیا کیلئے کچھ ارسال کرو۔ تین نقش کا تخیل کیا ہوا ؟!
ساغر

(۳۴)

۶، جنتر منتر روڈ، نیو دہلی
بکم جون ۱۹۳۹ء

تم نے میری جاں بلب بہن کیلئے موٹر دینے سے انکار کر دیا ——— !؟
تم اس مسافرۂ عدم کے جانے سے پہلے کوٹھی سے رخصت ہو گئے، ———!!
تاکہ مصیبت کی کراہت، اور ناگہانی پریشانیوں سے تمھیں مقابلہ نہ کرنا پڑے، !!
تم نے یہ جانتے ہوئے کہ ساغر کی بہن ہے، اس کے میرٹھ منتقل ہونے میں ذرہ بھر مدد نہیں دی۔ تم نے بھائی سے کہا ٹیکسی منگالو! تمھارے پاس یہی الہام تھا!؟ حالانکہ تمھیں بلند شہر ٹیکسی کے ذریعہ جانا چاہیئے تھا اور تمھاری کار میں میری بہن کو میرٹھ۔

خیر ——— بہرحال وہ دکھیا کامل طور پر صحت یاب ہو گئی، ۷ دن ہونے کہ اسے ابدی آرام نصیب ہو گیا، تمھارے اس سلوک کا میرے دل پہ برا اثر ہوا، مگر اتنی برداشت رکھتا ہوں کہ اثر کو مٹا دوں۔ اور اس سنگین واقعہ کے بعد بھی میرے تمھارے تعلقات میں کوئی کمی نہیں آئیگی۔ مگر تمھاری دل کی سختی کا اندازہ ہو گیا۔ معاف کرنا۔ آدمی کی موت سے زیادہ تمھیں موٹر کے خراب ہونے کا خیال تھا۔؟

بُرا نہ ماننا، صاف آدمی صاف کہہ دیتا ہے۔ میرے دل میں کچھ نہیں۔
جو کراس چیک تم نے ایشیا کے سلسلے میں دیا تھا، وہ اتفاق سے میرے پاس سے گم ہو گیا ہے اس لئے تم بنک کو اس کے متعلق اطلاع دیدو، اور مجھے نیا چیک بھیجدو۔ ایشیا کی طباعت شروع ہو گئی ہے۔

ساغر نظامی

(۳۵)

ادبی مرکز، میرٹھ
۱۰ر جولائی ۱۹۳۹ء

واہ حضرت!

موٹر سے اتر کر ایسے غائب ہوئے کہ پھر شکل ہی نہ دیکھی۔ آپ کے خسر صاحب سے تو ملاقات ہوئی مگر آپ غائب تھے۔ حالانکہ میں آپ کیلئے تڑپتا رہا۔ آپ کی تمام زیادتیوں کا موٹر والے نے مجھ سے انتقام لیا، میرا ٹھنڈا چشمہ موٹر میں رہ گیا، جو اس نے واپس نہیں کیا! میں کوئٹہ گیا۔ کل ہی کوئٹہ سے واپس ہوا ہوں، تم سے ملنے کو جی چاہتا ہے کیونکر ملوں؟!

سخت مصروف ہوں، "ایشیا" چھپ کر شائع ہونے والا ہے، آجکل ذرا خشکی ہے، تم کہو گے برسات کا زمانہ ہے، مگر یار برسات کے زمانہ میں بھی میرا کاشانہ تو گرم ہوا ہی سے بھرا ہوا ہے!

تم نے وعدہ کیا تھا کہ جاکر چیک بھیجدو گے! !؟ یاد نہیں رہا، خیر اب بھیجدو، اس وقت رسالہ شائع ہو رہا ہے اس لئے ایک روپیہ کی مدد ایک لاکھ کی مدد ہے!

مسوری پر مجازؔ کا ساتھ رہا۔ الحاج مولانا جگرؔ مرادآبادی بھی تھے۔

"تین نقش" کے خیال کا نقش کیا بالکل مٹ گیا!؟

خاکسار
ساغرؔ نظامی

(۳۶)

شاہجہانپور
۲۸ جولائی ۱۹۳۹ء

ضیا!

بھئی میں بغیر اطلاع شاہجہانپور آیا، خوب تلاش کی، بالآخر معلوم ہوا کہ آجکل آپ کا مقام خداگنج ہے ——— مبارک۔
حسرتِ دید دل میں لئے جارہا ہوں، ایک بہت ضروری کام تھا مگر جب تک ملاقات نہ ہو کیا کہوں!؟
خط لکھو کہ تم کو قرار کب آئے گا۔ میں لکھنؤ سے واپس ہو رہا ہوں مفصل خط لکھو۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۳۷)

نئی دہلی ۳۴ فائر بریگیڈ روڈ
۴ اگست ۱۹۳۹ء

مائی ڈیر ضیا!

مجھے کوئی کام نہ تھا صرف تم سے ملنا تھا، اچھا اب میں شام کو پھر لکھنؤ جا رہا ہوں، مندرجہ ذیل پتہ پر اپنا پروگرام اور راستہ لکھ کر بھیجدو، میں چاہتا ہوں کہ لکھنؤ سے واپسی پر تم سے ملوں، ۷۔۸ کو واپسی ہوگی۔
ملک حبیب احمد بی۔اے ڈائرکٹر آف پروگرامز ۳۴ لال باغ، لکھنؤ

میں نے دہلی کا قیام ترک کر دیا ہے، فرید نے پہلا مکان تبدیل کر دیا ہے اور اب اُن کا پتہ یہ ہے :- سندھیا ہاؤس نمبر ۸ نئی دہلی

جوشؔ سے ملاقات ہوئی تھی، زیادہ موٹے ہو گئے ہیں، کم ملاقات رہی۔ کلیم بند کر دیا گیا۔ مجازؔ سے بھی ملا تھا، باتیں بہت ہیں، ملاقات ہو سکی تو کروں گا، جو ممکن پریشان عالم امکان میں ہو سکتی ہیں آجکل ان میں اُلجھا ہوا ہوں۔

خاکسار

ساغرؔ نظامی

(۳۸)

۳۴ لال باغ لکھنؤ

۸ راگست ۱۹۳۹ء

مائی ڈیر ضیاؔ!

تسلیم

میں دہلی سے بیماری ہی کے عالم میں یہاں آیا اور یہاں آکر اتنا بیمار ہو گیا کہ بدقت تمام میرٹھ واپس ہو سکوں گا۔ آج تو جانے کی حالت میں نہیں ہوں۔ اس لئے شاہجہانپور حاضر نہ ہو سکا۔

بہن کی علالت اور موت پر زیادہ اخراجات ہو جانے کی وجہ سے میرے حالات بیحد خراب ہو گئے ہیں، سخت مالی دقتیں ہیں اور کوئی راستہ نہیں، بادہ کا ہندی اڈیشن ادھورا پڑا ہے، گو وہ محکمۂ توسیع تعلیم کی طرف سے خرید لیا جائیگا۔ مگر مکمل تو کرنا ہی ہے، بیمار ہونے نے جدوجہد کے بازو بھی توڑ دیئے۔ حالات

اور بھی نازک ہو گئے' کیا تم میری مدد کر سکتے ہو' جو کچھ بھیجو گے ۶ ماہ کے بعد شکریہ
کے ساتھ واپس کر دوں گا۔ میں دلی خواہش کے علاوہ اسی لئے تمھارے پاس آیا
تھا جواب فوراً میرٹھ کے پتہ پر دو۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۳۹)

میرٹھ
۱۹ راگست ۱۹۲۹ء

مائی ڈیر ضیا!
تسلیم

میں لکھنؤ سے بیماری کی حالت میں میرٹھ پہنچا' یہاں پہنچکر پرہیز اور آرام ملا'
اب اچھا ہوں خود کام کر رہا ہوں' بخار اور پیٹ کی خرابی تھی' —— اور کیا ہوتا!؟
میرے پاس بھی بہت باتیں ہیں' مگر ملاقات کیونکر ہو!؟ مجاز اور جوش سے
کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ جوش کو شکایت ضرور ہوگی لیکن میں ملیح آباد جانے سے
قطعی معذور تھا' ہمارا شاعرِ انقلاب علمِ انقلاب اکھاڑنا بھول گیا ہوگا' شاعر ہی تو
ہے !؟ مجھے روحانی مسرت ہے کہ ان کو ایک ظاہری مرکزِ سکون مل گیا اگر انھیں
تھوڑا سا قرار ہوا تو کچھ اور اچھی چیزیں تخلیق ہو جائیں گی۔
"نئے ادب" کی تمام پارٹی سے میری رسم و راہ ہو گئی ہے' معلوم ہوا ان لوگوں سے
ملاقات بہت ضروری تھی۔ جہاں تک اور باتوں کا میں نے اندازہ کیا' یہ ایک خیال

گئے ہیں اور پارٹی کے ہر فرد کو ایک دوسرا بیک کرنا چاہتا ہے۔ اور علمی تحلیل کر کے موجودہ لوگوں کو ارتقا اور انقلاب کے سلسلے میں رجعت پسند ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ آخر یو۔پی کے افرادِ بزرگ ہیں، جس پارٹی کے افراد کو انھیں گرانا منظور ہے —— اس میں جوشؔ بھی شامل ہیں۔ بادہ کا ہندی ایڈیشن ضرور منظور ہو جائیگا۔

میرے معاملات درست ہو گئے۔ لیکن اس کا سخت افسوس رہا کہ میں نے تمھیں امداد کیلئے لکھا، میں بڑا احمق ہوں، زندگی میں ہزار ہا بار بعض غلطیوں کو محسوس کرتا ہوں اور مٹا نہیں سکتا۔ آخر میں تم کو اپنا اس درجہ ہمدرد کن بنیادوں پر خیال کر بیٹھا کہ تمھیں اس طرح لکھ دیا!؟ اس حماقت پر غور کرتا ہوں تو ہنسی بھی آتی ہے اور شرمندہ بھی ہوتا ہوں، بہرحال بھائی معاف کرنا تمھیں تھوڑی دیر تکلیف رہی ہو گی کہ ایسی ناشائستہ تحریر ایک دوست کی طرف سے آئی، اب زندگی بھر تمھیں کو نہیں، کسی کو اس قسم کی مدد کی دعوت نہ دونگا۔

—— مگر ضیاؔ! کیا تم سماج، اس کے تعلقات، اور ضروریات، ایک دوسرے کے رشتوں اور زندگی کی گانٹھوں کے سخت الجھاؤ سے اخلاقی اور سماجی طور سے بالکل محفوظ اور علٰحدہ خیال کرتے ہو؟ (میں جوشؔ کی طرح ناراض نہیں ہوں، مگر جو خیالات دل میں پیدا ہو رہے ہیں وہ لکھ رہا ہوں) کیا یہ بہت فرسودہ بات ہے کہ

"دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست" —— !؟

دوست کو بھی چھوڑ دو، تو وہ کونسے فرائض ہیں جو تم نے اپنے ذمہ لے رکھے ہیں، اور ان کو بخوبی ادا کرتے ہو؟ (میں بالکل خفا نہیں ہوں!؟) یا جدید نقطہ نگاہ

سے صرف ہنسی کو پسند کرتے ہو، رونا تمھاری زندگی میں ہے ہی نہیں!؟
جو شخص تم کو کسی بات کیلئے کہے، اس کی نفسیات تمھارے نزدیک بالکل غور کے قابل نہیں ہیں؟! اس کے اعتبار کی شاید کوئی قیمت تمھارے نزدیک نہیں ہے۔ !؟ (میں ناراض بالکل نہیں ہوں)
مگر رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے کہ زندگی کے متعلق تمھارے فرائض کا کسی طرح اندازہ ہو جائے —— !؟ بہرحال میں نہایت ادب کے ساتھ تم سے اپنی غلطی کی معافی چاہتا ہوں، اب کبھی ایسا گناہ نہ ہوگا۔ اور واللہ بالکل ناراض نہیں ہوں۔ اس لئے کہ حماقت میری تھی۔
لکھنؤ میں ایک ایٹ ہوم میں آپ کی بیگم صاحبہ سے ملاقات ہوئی تھی۔ اگر ناگوار نہ معلوم ہو تو ایشیا کے متعلق موعودہ چیک بھیجدو، وہ ہی جو منیجر سے کھو گیا تھا اور تم نے اس کو کینسل کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ جنگلوں میں پھر کر جو شاعری پیدا ہوئی ہو، وہ بھی! بھائی میں بہت دل شکستہ ہوں، خط کا کوئی فقرہ بار گذرے تو معاف کر دینا۔ جو دل میں آئی وہ کہدی۔

تمھارا
ساغر نظامی

(۴۰)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۲۹ر اگست ۱۹۳۹ء

پیارے پیارے ضیا!

مجھے ساری دنیا سے ناراض ہو جانا پڑتا اگر میں انسان کو قابلِ رحم اور مجبور، اور باوجود درندہ ہونے کے محبت کے قابل یقین نہ کرتا! مگر جانتا ہوں کہ خود بھی اسی حیوان کی نسل سے ہوں اور اسی حیوان کے ساتھ جب تک زندگی ہے جینا ہے اس لئے دل میں ٹھنڈی سانس لے کر چپ ہو جاتا ہوں۔

جتنی بھڑاس تھی، وہ میں نے خط میں نکال لی۔ اب دل میں کچھ نہیں سوائے تم سے لطف کے! ؟ یقیناً میں دہلی نہ آسکونگا، یکم کی شام کو کانپور جارہا ہوں، اور ۳ر کو کانپور سے پٹنہ، پٹنہ سے واپسی پر میں شاہجہانپور آسکتا ہوں، آج ہی اپنے پروگرام سے مجھے اطلاع دو، ۹، ۱۰ر ستمبر کو تم جنگل میں ہوگے یا شہر میں، باتیں، باتیں بہت ہیں، کئی مطمئن راتیں گپ کے لئے چاہئیں، ایشیا پیش ہے۔

ملنے کیلئے بیچین
تمہارا ساغر

(۴۱)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۲۳ر اکتوبر ۱۹۳۹ء

"غمِ زمانہ نے جھاڑی نشاطِ عشق کی مستی"

ضیا! میں تقریباً ڈیڑھ ماہ سے علیل ہوں، ایک ہفتہ پہلے تو میں سخت بیمار تھا، پٹنہ سے واپسی پر میں نے تمھارے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن میں سفر سے بیمار اور خستہ لوٹا، ایسی حالت میں تمھارے پاس کیا آتا!؟

اور اب تو میری جان کیلئے ایشیا ہے، اس کیفیت نے میرے بازو شل کر دیئے، جوش نے تو گریز کی خوب صورت نکالی، میں اس سے بھی عاجز ہوں۔ "کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے" کا معاملہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ملنے کو جی بہت چاہتا ہے۔ دیکھو کبھی تو ملاقات ہو گی ہی،

آجکل بعض مسائل بہت الجھ گئے ہیں، اُن کے سلجھانے میں لگا ہوا ہوں، —— شاعر ہونے کی سزا بھگت رہا ہوں۔ ایشیا کیلئے کچھ نظم و نثر بھیجو، امید ہے کہ تم اچھی طرح ہو گے،

ایشیا حاضر ہے، —— !

نیاز مند
ساغر نظامی

(۴۲)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۱۴ر دسمبر ۱۹۳۹ء

پیارے ضیا!

اب میں بالکل اچھا ہوں، اور زمانے اور قدرت سے ٹکرانے کی پوری قوت اپنے اندر پاتا ہوں۔ تم نے بڑا غضب کیا، کم از کم احتیاطاً ہی لکھ دیتے میں ۹ر کو میرٹھ ہی میں تھا، ٹرین ہی پر تم سے مل لیتا۔!؟

اشعار اور گیت کا شکریہ، یعنی "قلمی اعانت" کا شکریہ، اور "کچھ اور اعانت" کا انتظار۔ منیجر سے میں کہدوں گا کہ نئے لغات میں قیمت کے معنی اعانت کر دئے گئے ہیں، ——!؟

مجازؔ سے علی گڈھ میں ابھی ملاقات ہوئی تھی۔ "نئے ادیب" ہیں چونکہ ذرا طبیعت گھبرائی تھی اس لئے "سیر" کے لئے علی گڈھ آگئے تھے۔ اُن کی کتابوں کے روپیہ تم کو ارسال کروں یا انھیں؟ جوشؔ نہ کسی سے راضی، اور نہ کسی سے ناخوش،

ع "غالبِ خاک نشیں اہلِ خرابات سے ہے"

باقی تم جانتے ہو کہ ہر آئیڈیلسیٹ بنی نوعِ بشر کو آئیڈیل انسان دیکھنا چاہتا ہے لیکن یہ واقعہ ہے کہ آئیڈیل خود آئیڈیلسٹ کی ذات میں بھی مکمل موجود نہیں ہوتا۔ "نیا ادب اور کلیم" کے سلسلے میں دونوں طرف ہوشیار لوگ ہیں، لیکن بس دونوں کی ہوشیاری میں "ضعیفی اور جوانی" کا فرق ہے۔ اور وہاں نور میں ذرہ کا ضم ہونا تو اگر نور میں ضم نہ ہوتا تو ذرہ رہ کر پایال ہوتا ع بحر گر بحر نہ ہوتا تو بیاباں ہوتا۔

جوشؔ صاحب تو اس کے بند کرنے کیلئے بہر حال فیصلہ کر چکے تھے، اُن کو نقصان ہو رہا تھا۔ اور بھائی بات تو اصل یہ ہے کہ اگر جوانی اور جنون ساتھ نہ دے تو میں آج ایشیا کو بند کر دوں۔ نہایت بے دماغی ہے اور محض تضیع اوقات ہے۔

اچھا خط کا انتظار کروں گا۔

نیاز مند
ساغر نظامی

(۴۳)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۸ر دسمبر ۱۹۳۹ء

پیارے ضیا!

بہت دن کے بعد آپ کا خط آیا۔ مجاز مجھ سے علی گڈھ اس کے بعد پولیٹکل کانفرنس متھرا میں ملے تھے۔ مجاز کا جبر اچھا چلا جا رہا ہے۔ اس کے علاج کیلئے وہ ڈاکٹر شوکت اللہ انصاری کے یہاں مقیم ہیں، کمزور بھی معلوم ہوتے تھے۔ میرا دل خود تم سے ملنے کیلئے لوٹ رہا ہے، مگر کیونکر ملوں، "مقدرِ آوارگی" کے سلسلے میں کئی جگہ جانا ہے۔ البتہ میں ۲۸، ۲۹، ۳۰ کو دہلی میں ضرور ہونگا۔ فرید کے یہاں قیام کروں گا، "۸ سندھیا ہاؤس کناٹ سرکس نئی دہلی"۔ مجاز کی وہ کتابیں تم نے مجھے دی تھیں، ایشیا ارسال خدمت ہے۔ نئے ادب میں نہ لکھو مگر ایشیا میں تو لکھو۔ !؟ تم نے تین تین نظموں کے متعلق کیا کیا!؟ جوشؔ، ساغرؔ، جگرؔ۔ تین شاہکار کا تخیل کیا مدھم پڑ گیا؟!

یقین ہے کہ دہلی میں ملاقات ہوگی۔ میں اچھا ہوں، ۲۰ر تک ایشیا کا دوسرا نمبر

شائع کر دیا ہے۔ ذرا میں نے اپنی رفتار تیز کرنے کے متعلق فیصلہ کر لیا ہے۔ ایشیا کی خامیوں کے متعلق صاف صاف لکھئے۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۴۴)

ادبی مرکز۔ میرٹھ
۱۷؍فروری ۱۹۴۰ء

پیارے نسیا!

یہ کیا روح تشنہ پیاسی ہے، مگر جرأتِ سیرابی کہاں!؟

میں پچھلے چند ماہ سے بہت مصروف ہوں۔ ہندی کتاب کی چھپائی دو تین دن میں ختم ہو جائے گی۔ اپریل میں انگریزی اڈیشن کی چھپائی شروع ہو سکے گی۔ ترجمہ ہو چکا۔ گو میں سخت مصروف ہوں زندگی جد و جہد کے علاوہ ہے بھی کیا!؟ تاہم اپریل کے پہلے ہفتہ میں ضرور آؤں گا۔ تم بھی ذرا یاد دلا دینا۔

مجاز آجکل دہلی ہی میں ہیں۔ ڈاکٹر شوکت اللہ انصاری کے مکان پر مقیم ہیں، بیمار ہیں، زیرِ علاج ہیں پہلے سے اچھے ہیں۔ ایک دن اسٹیشن پر ملاقات ہوئی تھی۔ "انقلابی شاعر" ہیں اس لئے مجھ سے ملنے کیلئے نہیں آئے۔ میں "رومانی شاعر" ہوں اس لئے "پبلک" سے سر ہی نہ اٹھا سکا کہ ان کی قیام گاہ تک پہنچ سکتا۔ !؟ احسان کی کتابیں میں نے دیکھیں، میں ان کی طرف سے پُرامید ہوں۔ شاہجہانپور میں میں ایک ہی "صاحبہ" کو جانتا ہوں، کیا کیا تمھاری مراد انھیں سے ہے ــــ !؟ یاد کرنے کا شکریہ۔

(غالبؔ) بہت دنوں میں تغافل نے تیرے پیدا کی وہ اک نگہ جو بظاہر نگاہ سے کم ہے
(ساغرؔ) نگاہِ کم بہ نگر روحِ ساغرِ جم ہے کہیں نہ فاش ہوں اسرارِ میکدہ ساقی

ریٹائرڈ سپرنٹنڈ پولیس رہتے تھے، کیا وہ زندہ ہیں، اگر زندہ ہیں تو ان کا پتہ کیا ہے —!؟

تمھارا۔ ساغر

(۴۵)

میرٹھ

۴/اپریل ۱۹۴۰ء

پیارے، پیارے

کیا کہوں بظاہر آنے کی امید نہیں، اپنے معاملات میں سخت الجھا ہوا ہوں۔ جبتک اس گتھی کو نہ سلجھاؤں کیونکر آسکتا ہوں، تمھاری محبت کا نہایت شکریہ، اور اپنے شکست عہد کا رنج۔

تمھارا:۔ ساغر نظامی

۳/مارچ ۱۹۴۱ء

مائی ڈیر ضیا!

تسلیم

اس آل انڈیا مشاعرہ کو داد دینی چاہئے اور دعا بھی جس نے ہم جیسے بیکاروں اور نام نہاد لوگوں کی یاد آپ کے دل میں تازہ کردی!؟ ہم مزدوروں اور بدبختوں سے بے اعتنائی کا کیا تعلق!؟ بے اعتنائی پی۔سی۔ایس اور آئی۔سی۔ایس حضرات کا جوہر ہے!؟ ہم لوگ زندگی کی جدوجہد میں جکڑے ہوئے، آپ آزاد، ہم لوگ مجبور، آپ مختار، ہم بے حال، آپ خوش حال، ہم بے مستقبل، آپ یکسر مستقبل آپ سے ہم لوگ کیا اور کیوں بے اعتنائی کرسکتے ہیں۔

شاعرانہ اور ادیبانہ مالیخولیا کے مریض، مصروف اور رواں دواں، از خود خط لکھنے کا اس لئے امکان نہیں کہ ملک اور نام نہاد اہل ملک، (بغیر ٹکٹ بھیجے ہوئے)

اتنے خطوط بھیجتے ہیں کہ انکا جواب دینا ہی ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس میں بے اعتنائی کی کیا بات ہے، یہ مسئلہ سچ پوچھئے تو محض "اقتصادی" ہے۔

مجھے اس مشاعرہ کے سلسلے میں تمھاری پوزیشن کا علم نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ۲۲ تا ۲۵ تین روز رام پور میں ایک خاص تحریک کے سلسلے میں (جس کے دو تین مشاعرہ ہو بھی چکے ہیں) مشاعرہ ہے۔ میں دو مشاعروں سے اُن کو مایوس کر رہا ہوں۔ اس میں (یعنی ۲۲ تا ۲۵ والے میں) شرکت کا وعدہ تمھارا خط آنے سے پہلے کر چکا ہوں اس لئے اگر میری شرکت منظور ہے تو تمھیں تاریخیں تبدیل کرنی ہوں گی۔

اور تاریخیں تبدیل کرنے کے بعد بہرحال سو روپیہ آنے پر مشاعرہ میں شریک ہو سکوں گا۔ یہ فقرہ تم کو تلخ اور مایوس کن، اور قدرے دوستی کے خلاف بھی معلوم ہونگے مگر اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ صاف صاف بات کی جائے۔ کیونکہ شاعری نے میری زندگی اور ادبی جدوجہد کو بہت نقصان پہنچایا ہے اور اب میں زیادہ نقصان اُٹھانے کی اہلیت نہیں رکھتا۔

غالباً تم میرے موئد ہو گے کہ ایک شاعر کی بھی وہی ضرورتیں ہیں جو ایک عام انسان کی، اور خاص کر مجھے جو اپنے دست و بازو کی امداد سے اپنی کشتی خود کھیتا ہے مشاعرہ کی شرکت سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ میں ہمیشہ مشغول اور ہمیشہ سفر میں ہوں، "خلوت" خواب و خیال ہو کر رہ گئی۔

ایک بات میں مَیں اور تم ضرور متفق ہیں کہ میرا دل تم سے ملنے کیلئے اب بھی اسی طرح بے تاب ہے جیسا کہ رہتا تھا۔

تمھارا

(۲)

۲۱ مارچ سنہ ۱۹۴۱ء

ڈیر ضیا!

آداب عرض

مجھے افسوس ہے کہ میں تم کو یہ لکھ رہا ہوں کہ تم ۵۰ر بھجوا سکتے ہو تو میں مشاعرہ میں شریک ہونگا لیکن مجھے خوشی ہے کہ اس زندگی کے جہنّم سے اُٹھ کر میں تمھارے قرب کی جنت میں ایک دن بسر کر سکونگا۔ اخبارات میں میری شرکت کا اعلان کر سکتے ہو۔

اگر مناسب خیال کرو تو معاون مدیر "ایشیا" حضرت قیصر کو بھی مدعو کر دو۔ بہت اچھے شاعر اور تعلیم یافتہ آدمی ہیں۔ ان کو انٹر کلاس کے کرایہ پر راضی کر لونگا۔ پتہ میرا لکھ دینا۔

خاکسار

ساغر نظامی

(۳)

ادبی مرکز میرٹھ

۱۲ مئی سنہ ۱۹۴۱ء

پیارے ضیا!

مسوری سے تمھارا خط آیا آہ

خس خانہ و برفاب کہاں سے لاؤں

پسینے میں نہا رہا ہوں، اسسٹنٹ اڈیٹر کو کل علیحدہ کر دیا۔ کام وام کرتے نہیں

اور لوگ مفت میں "ہیرو پن" کا روپ بھرتے ہیں۔ سچ بات یہ ہے کہ کم ہی لوگ ہیں جو شاعر اور اہلِ قلم ہو کر دماغی توازن باقی رکھ سکے اور رکھ سکتے ہیں۔ میں تو اس نسل سے تنگ آگیا۔

آخر اس گرمی میں دماغ و دل پر جبر کرکے دفتری کا کام بھی کر رہا ہوں "اور مکاتیب نمبر" بھی مرتب کر رہا ہوں۔ تازہ نمبر بھی تو تمھیں مل گیا ہوگا!؟ جون نمبر اردو ادب میں پہلی چیز ہوگا۔ تم بھی اس میں موجود ہو۔ میں نے مشاعرہ کے متعلق نوٹ کی ضرورت محسوس کی اسلئے لکھا۔ چپ رہنا دنیا میں مقدمۂ موت ہے، دنیا کے آلام کا مقابلہ شاعری اور نسل انسانی کے ظلم و جور کا مقابلہ طاقتور مدافعت میں پوشیدہ ہے، میں نے زندگی میں اس راز کو سمجھا اور کامیاب ہوا۔

ارے بھائی، میں تمھارا، ایشیا تمھارا، کیا باتیں کرتے ہو۔ چندہ جی چاہے بھیجو، جی چاہے نہ بھیجو۔ مگر ہاں اُردو — اور اردو ادب — !؟

بھئی جوش کی طبیعت اور فلسفہ بہت سمجھا، مگر کچھ نہ سمجھ سکے۔ اپنی کسی غلطی کو کبھی غلطی نہیں سمجھا اور دوسرے کی صحت کو بھی غلطی سے تعبیر کر دینا اس کا ادنیٰ کھیل ہے ظن و تخمین اس کی فطرت میں زیادہ سے زیادہ، اشتعال کی تو حد ہی نہیں، اور شور و شر تو توبہ ہی بھلی۔ بہرحال اس کے بغیر کشمیر کا سفر بے لطف بھی رہے گا۔

میں ان حضرت کو لکھونگا، سپرو تو آجکل بڑے چڑچڑے ہو رہے ہیں۔ میں اگر چلونگا تو خود مختارانہ، میں اس سلسلے میں اپنے کسی دوست کا احسان نہیں لینا چاہتا۔

بلاک بن گیا ہے۔ اس کی قیمت میں آپ کو لکھ چکا ہوں، وہ بھیجدو، اور ناموں کی تفصیل، اب جب بھی شاہجہاں پور سے گذرا، قیام کرونگا۔ اس بار معاف کرو دوبارہ یہ

یہ گناہ نہیں کروںگا، سرکار! اگر تم بھی غالب کا یہ شعر پڑھ سکتے ہو کہ :-

زندگی اپنی جو اس طور سے گزری غالبؔ
ہم بھی ——————————

تو حد ہو گئی۔ پھر حیران ہوں کہ میں کونسا شعر پڑھوں —!؟

تمھارا
ساغر نظامی

(۴)

۱۲؍ مئی سنہ ۱۹۴۱ء

ضیا!

بے وفائی نہیں، میری خود فرض شناسی ہے۔ "ذوالقرنین" بدایوں نے تم پر اور ڈاکٹر صدیقی پر زوردار حملہ کیا اور ہم لوگوں کو فیس کا طعنہ دیا۔ میں نے ایشیا میں ان حضرت کی دکھتی رگ پکڑ لی ہے۔ مگر اسسٹنٹ اڈیٹر کو کیا کہوں کہ آج تک وہ نمبر تمھیں ارسال نہیں کیا گیا! بہر حال اب ارسال کر رہا ہوں، اور اعزازی حضرات میں آپ کا نام نامی بھی لکھ دیا ہے —!؟ کیا کروں اب تم چندہ وندہ دینے کیلئے تیار ہی نہیں، گو ہمیشہ یہ نیک فعل کیا۔

میں باہر تھا کل صبح میرٹھ آیا ہوں۔ حالات اچھے نہیں ہیں، کشمیر نہیں جایا جا سکتا۔ جوشؔ کے متعلق مجھے کچھ نہیں معلوم، میرا خیال یہ ہے کہ وہ کشمیر پر ضرور حملہ کرینگے۔ سیر کیلئے نہیں اپنے کاموں کیلئے۔ اور بظاہر ان کیلئے میدان ہے، لیکن اصل میں میدان صاف ہے۔ اگر تم ستمبر میں گئے تو ممکن ہے کہ میں تمھارا ساتھ دے سکوں۔ تمھارا ساتھ تو میں دے سکتا ہوں، مگر بعض لوگوں کا ساتھ دینا میرے لئے ناممکن ہو جاتا ہے۔

خوب کہا، "زندگی طوفانوں کی آرزومند ہے" — بہت خوب کہا، "اور یہاں خشکی کے علاوہ کچھ نہیں"۔ خوب ہی کہا — شعر کہدیا —!؟

فوٹو پہنچ گیا۔ آج ہی دہلی بھیج رہا ہوں، مگر بڑا خراب آیا۔ بل آنے پر تمھیں ارسال کردیا جائیگا، ایک اچھے نوٹ کے ساتھ۔ پروگرام لکھنے کا شکریہ۔ پرسوں شب کو شاہجہانپور اسٹیشن سے گذرا، مگر اتنے دن ہو گئے تھے کہ باوجود شوق ہمت نہیں ہوئی۔ کہ ایک دن کے لئے قطع سفر کرتا۔

ایشیا برابر آئیگا۔ اور خط بھی حاضر ہے۔ تم یاد کروگے تو کیا میں یہ گناہ کرسکتا ہوں کہ تمھیں بھول جاؤں —؟! بلاک سے کام لیکر میں تمھیں بھیجدونگا۔ نئے ادب میں بھی ضرور شائع ہونا چاہیئے۔

تمھارا

ساغر نظامی

(۵)

۲۳ مئی ۱۹۴۱ء

مائی ڈیر ضیا!

تسلیم

بلاک ۔/6/9 میں بنے گا۔ کاغذ پر للعہ صرف ہوں گے۔ اطلاعاً عرض ہے ان سب شرکائے تصویر کے نام نمبروار مجھے مل جائیں تو بہتر ہے۔ کیونکہ اکثر ین کو میں نہیں جانتا ہوں۔

خاکسار

ساغر نظامی

(۶)

۱۷ر جون ۱۹۴۱ء

کیا کہتے ہو بھائی!

اگر خدا ہے تو اس کا فیصلہ بڑا سنگین تھا، ہم لوگ جان بوجھ کر اگر شاعر پیدا کئے گئے تو یہ عطا کب ہے، سزا ہے، بھی جس چیز کی کوئی اقتصادی قدر نہ ہو، اس کو مادی دنیا میں اختیار کرنا گناہ ہے گناہ اسی عہد پر منحصر نہیں، ہر عہد کی "برادری" (شاعر برادری) روٹی اور زندگی کے سکون کے لئے چلاتی رہی ——!!

اصل میں اس کا حل یوں نہیں ہے، یوں ہے، ہم واقعی طور پر پرولتاری طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور جب تک حکومت کی طاقت مزدور طبقے کے ہاتھ میں نہ آئے، ہمیں اسی طرح مادی سکون حاصل نہیں ہو سکتا جس طرح ان مزدوروں کو جو ملوں اور کھیتوں میں کام کرتے ہیں۔

سکون مل بھی سکتا ہے، مگر اس روایت کو باقی رکھ کر کہ جس مصرف کے لئے سرمایہ داری نے ہم کو پیدا کیا، ہم اس مصرف کو ہی اپنا مسلک بنائیں، یعنی سرمایہ داری کی تائید کریں۔ ایک رخ اس مسئلہ کا اور بھی ہے، تائید بھی صدیوں کی گئی، مگر موئید کی حیثیت بھی ایک شدید فریب تھی۔ اصل بات وہی ہے کہ جب تک "حکمرانی کی طاقت" پرولتاریا کے قبضے میں نہ آئے زندگی میں توازن قائم نہیں ہو سکتا۔

اس کے لئے جوش کو آواگون کا قائل ہونا پڑیگا، پھر مرنا پڑیگا، اور دوسری جون میں آنا پڑیگا۔ پھر کشمیر کی سیر یقینی ہے۔

پنڈت کیفی دتاتریہ کا خط آیا ہے، مشاعرہ شاہجہاں پور والے نوٹ پر لوگ بہت

ناراض ہے، ان کا لکھنا ہے کہ شاید بزرگانِ ادب کی طرف سے کوئی محاذ بھی قائم ہو جائے۔

میری اور ان کی (جوشؔ کی) ذہنیت میں جو بنیادی فرق ہے، تم سمجھ گئے ہو کہ نہیں؟ تعمیری و تخریبی، میرا فطری تقاضہ "تعمیر" ہے اور ان کا مزاج تخریب ہی تخریب ہے۔

کشمیر جانے کی سعی کیجا سکتی تھی، مگر ایشیا ختم تھا۔ گذشتہ سال میں کشمیر گیا تھا، ایک ماہ رہا تھا اب تک اس کا خمیازہ بھگت رہا ہوں۔ اس لئے میں تو یوں رہ گیا۔

جوشؔ کو تم جانتے ہو اکسانے کی ضرورت ہے، ان کی قوت ارادی تو ہر وقت پینک میں رہتی ہے۔ میں ایسی تفریح کو موت خیال کرتا ہوں جس کا انجام سخت قسم کی کوفت پر منتج ہو۔ کشمیر جاتے، اور ادھر ایسی تبدیلیاں ہو جاتیں کہ زندگی کو از سرِ نو بنانا پڑتا تو کیسی پریشانی کی بات ہوتی۔!!

بھئی انھیں تو ۲۵۰ روپیہ ماہانہ کی مستقل آمدنی حیدر آباد اور پٹیالہ سے ہے۔ یہاں تو روز کنواں کھودنا، روز پانی پینا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اس سلسلہ میں کوئی مستعدی نہیں دکھائی، اور خاموش ہو گیا۔ شاید جوشؔ کچھ ناراض بھی ہوں، مگر ان کی ناراضگی اور خوشی ہی کیا تمھیں تو خوب ان کا اندازہ ہے۔ میں اسی دوران میں لکھنؤ گیا مگر ان سے نہیں ملا، ذرا آجکل ناراض ہوں۔

میں مدت تک انسان کا نفسیاتی مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ اس کی غلطیوں کو معاف کرتا ہوں۔ اور آخری مطالعہ کے بعد جب مجھے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ میری انفرادیت کی بقا نہیں چاہتا، یکسوئی اختیار کر لیتا ہوں۔ مجھے گمان گذرا ہے (خدا کرے غلط ہو) کہ جوشؔ میری جد و جہد سے خوش نہیں ہیں، اس گمان کا اثر میری ان کی دوستی پر نہیں پڑ سکتا۔ مگر احتیاط کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور خدا کرے کہ یہ گمان محض ایک غلط چیز ہو

یں چاہتا ہوں کہ غلط ہی ہو کیونکہ میں ان کو پسند کرتا ہوں۔

جگر والی تقریر ایشیا کیلئے بھیجنا۔

میرا خیال ہے کہ تم بڑی خدمت کرو گے، اگر انگریزی میں موجودہ شعراء پر اک کتاب لکھ دو گے، ضرور لکھو۔ بہت نہ ہو سکے تو بھی ہمت کرو۔ جدید اور مفید کتاب ہوگی۔

رسالہ پریس میں جا چکا ہے، مکاتیب نمبر یکم جون کے آخر تک شائع ہوگا۔ سہیل کا اردو نمبر افسوس ہے کہ میرے پاس موجود نہیں ہے! مجھے افسوس ہے کہ میں اس کو نہ بھیج سکوں گا۔

زیادہ نیاز

ساغر نظامی

(۷)

۱۱ر جولائی ۱۹۴۱ء

ارے بھئی کہاں ہو!؟ ایسی بھی کیا خاموشی!؟ بلاک بن گیا ہے۔

خاکسار

ساغر نظامی

(۸)

۱۸/اگست سنہ ۱۹۴۱ء

ضیا!

محبت

یہ خیال نہ کرنا کہ تقاضہ کر رہا ہوں، نہیں، سہ

تم کو تقاضہ روا، مجھ پہ تقاضہ حرام

مجھے تو صرف بلاک والے نے پریشان کر رکھا ہے، اور میرے حالات تم جانتے ہو بہر حال

جس چیز کے متعلق تم نے کہا تھا وہ میں نے نہیں پائی۔ تم جانو،

میں ۳۰ کے مشاعرہ میں لکھنؤ آنے کا ارادہ رکھتا ہوں تم بھی تو اس تاریخ پر ہو گے نا!؟

تمھارا

ساغر نظامی

(۹)

۲۵/جولائی سنہ ۱۹۴۱ء

جانم ضیا!

بڑا بجھا بجھا اور زندگی سے خالی خط لکھا ہے تم نے اس بار!؟ کیوں کیا بیٹے کی علالت

نے زیادہ پریشان رکھا مجھے اس خبر سے تکلیف ہوئی، مگر خیر فوراً ہی شانتی بھی ہوئی، اب تو

وہ اچھا ہے نا!؟ تم نے تو بچارے کا کبھی نام بھی نہ بتایا۔

"مکاتیب نمبر" اس خط کے ساتھ ارسال ہے بھیجتا کہاں!؟ مسوری کا خیال رہا

شاہجہاں پور کی سوچتا رہا کہاں ہو کہاں نہیں ہو!؟ بولو اس نمبر کیلئے کیا رائے ہے، دوسری جلد

۱۰ اگست تک شائع ہو گی۔ بلاک مصر میں بنا ہے، آرٹ پیپر تو آجکل بہت ہی گراں ہے،
امیٹیشن آرٹ پیپر کی قیمت بہت بڑھ گئی ہے، نصف رم لگے گا، ۲۰ عہ میں آئیگا۔ ایشیا
کا زرِ سالانہ صہ ہے۔

بھئی ایشیا کی قیمت بھیجو گے تو مجھے انکار نہیں ہوگا، مگر خجالت سی ہوتی ہے۔ وقت
اتنا خراب ہے کہ بہ مشکل میں اسے چلا رہا ہوں، میری عین خوشی ہے کہ تصویر شائع ہو۔
چاہتا ہوں کہ کاغذ و بلاک کسی چیز کا تم سے کچھ نہ لوں، مگر پیارے مالی طور پر ایشیا میں سکت
نہیں۔ تم نے پوچھا تو میں نے سادگی سے سچی باتیں لکھ دیں۔

جوش و مجاز سے کیا باتیں رہیں، یہ تم نے نہ لکھا۔ "سرِ فیلِ زنداں" سے میں آج کل
ناراض ہوں، مگر یہاں کس بات کو ثبات ہے جو ناراضگی کو ہوگا۔

میں نے بھی سنا ہے، فرید لکھنؤ آ گئے ہیں، مگر انھوں نے مجھے کوئی خط نہیں لکھا۔

ان نینن کے یہی بسیکھ — وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ

جگر والی تقریر ایشیا کیلئے ضرور بھجوانا، مع اجازت کے، آجکل ریڈیو والے
اجازت کے سلسلے میں ذرا سخت ہو گئے ہیں، اچھا تم کیسے ہو!؟ بچّہ کی حالت لکھو۔

مکاتیب نمبر کی پہلی جلد یہ لو، دوسری اس ماہ کے بعد،

بلاک کا وی۔پی منگا لیا ہے۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۱۰)

ادبی مرکز میرٹھ
۸ر ستمبر ۱۹۴۱ء

پیارے ضیا!

ہنسی کی داد ہنس کر دیتے رہو،

جتنے میں نے بتائے تھے اتنے ہی روپیہ (معہ ر) بذریعہ منی آرڈر پہنچ گئے شکریہ ایشیا پھر کرائسس میں ہے، اور میں پھر جمود کو مٹانے کی کوشش میں سرگرم۔ "روح مکاتیب" کا دوسرا حصہ جولائی اگست نمبر ہوگا۔ ستمبر نمبر عمومی نمبر ہوگا اور اسی میں بلاک شائع ہوگا۔ جولائی اگست نمبر تو تقریباً تیار ہو گیا، ستمبر نمبر کی تیاری بھی اس ماہ کے آخر تک لازمی ہونی چاہئے۔ تصویر کے کاغذ کی قیمت ۵ ر ہوگی۔

توبہ توبہ، کیا لین دین ہے، —— مگر زندگی میں اس سے بھی واسطہ پڑتا ہے کم از کم مجھے تو پڑتا ہے۔ "جاگیردارانہ عہد کے شاعر انقلاب" اور سرمایہ دارانہ ذہنیت کے بورژوا شاعر اپنے کو ان حقائق سے بلند کہتے ہیں۔ تم سے بارہا جوش نے کہا کہ "ساغر تاجر ہے" حالانکہ خود حضرت اتنے بڑے تاجر ہیں کہ کسی ایک دوست کو تجارت کا نشانہ بنانے سے باز نہیں آتے۔ !؟ لکھنؤ میں اس مرتبہ مجاز اور جوش نے سرور میں اس قسم کی باتیں کیں، میں نے بھی ان کو خوب اچھی طرح جھاڑا، راجہ محمود آباد کی مصاحبت تجارت نہیں تو کیا ہے، وظائف قائم ہونے کی کوشش کیا کوئی انقلابی جدوجہد ہے —— !؟

بھئی میری تجارت تو کھلی ہوئی ہے، رسالہ نکالتا ہوں اس کو فروخت کرتا ہوں نہ فروخت ہو تو کیونکر جاری رہ سکتا ہے، کتاب چھپواتا ہوں اس کو بیچتا ہوں، حکیم گور کی بھی

یہ کرتا تھا ٹیگور بھی، اقبال بھی اور آج برنارڈ شا بھی یہی کرتا ہے۔ میری تو قیمت اس سے زیادہ اٹھنی چاہیئے، بازار نہیں ہے اور گاہک پھچھورے ہیں۔ بہر حال جو طریقہ جوشؔ اور مجازؔ نے اختیار کیا، اور چار غیر متعلق اشخاص کے سامنے، وہ مجھے ناگوار گذرا، ہر چند کہ میں نے جوشؔ سے کبھی ذمّہ دارانہ توقعات کی حماقت کا تصوّر بھی نہیں کیا (اور نہ خدا کرے کہ کبھی کروں) مگر اتنا ضرور خیال کرتا ہوں کہ انھیں میرے بہتر شناساؤں میں سے ہونا چاہیئے۔ ہر شخص کو دنیا میں مخلص اور درد مند لوگوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے جوشؔ کیونکہ اپنے وجود کو انسان اور انسانیت سے (مادّی فلسفہ کو مانتے ہوئے!؟) ماورا سمجھتے ہیں، اس لئے انھیں میری ضرورت نہ ہوگی، مگر میں تو اسی آب و گل سے خمیر کیا گیا ہوں۔ اور انسان اور ان کی محبت کا باوجود ہزار تلخ تجربوں کے بھوکا ہوں۔ لہذا میں دوستی کی تشنگی کی تکمیل کیلئے ان کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔

عجیب بات ہے ۳۰ اگست کو ہم لوگ مشاعرہ ختم ہونے کے بعد کافی دیر اسٹیشن پر مقیم رہے، ہاں تمھارا خیال ٹھیک ہے، میں ملّا کے ساتھ موٹر میں اندر ہی سے بیٹھ کر گھر روانہ ہو گیا۔ البتہ جوشؔ علانیہ سڑک پر دیر تک کھڑے رہے۔

تم جانتے ہو کہ لکھنؤ میں میری مصروفیتیں ایسی عجیب و غریب ہوتی ہیں کہ میں اپنے بس میں نہیں ہوتا۔ جب تم کو ۳۰ کو نہیں دیکھا تو میں نے خیال کیا، بارہ بنکی سے تم آئے ہی نہیں، میں اعتراف جرم کرتا ہوں کہ مجھے تمھیں ڈھونڈھنا چاہیئے تھا اور تم سے ملنا چاہیے تھا۔

اچھا تو تمھارا دل اتنا بیٹھ گیا ہے کہ میرا اعترافِ جرم بھی اس کو نہیں اٹھا سکتا!؟

دوسرے دن کچھ بھی مصروف نہیں رہے، میں کامل ۵، ۶ دن لکھنؤ رہا لیکن اگر توجہ ہوتی تو تم سے کیوں نہیں ملا جا سکتا تھا مگر اک رواردی، اک بیخودی اک لطیف ہنگامہ!؟

پھر بھی جرم کے سنگین ہونے سے مجھے انکار نہیں، تم مجسٹریٹ ہو، جو سزا چاہو دو، انکار کروں تو قابلِ گردن زدنی ——— !؟

حضرت جوش کشمیر جا رہے ہیں۔ دوسرے ان کے ساتھ جانا چاہتے تھے مگر وہ تنہا جا رہے ہیں! !؟ غالباً ۲۰ ستمبر کو جائیں گے۔ !؟ نہیں بھائی، راجا راؤ کی کانفرنس میں میں بمبئی نہیں جا رہا ہوں۔ میں اب میرٹھ ہی رہونگا۔ رسالہ شائع کرنا ہے، جلد ہی پہنچے گا۔ زیادہ محبت۔

خاکسار
ساغر نظامی

(۱۱)

ادبی مرکز میرٹھ
نادر علی بلڈنگس ۲۰۲/۲۳
۱۴ ستمبر ۱۹۴۱ء

سوائے بھوک کے ہے کیا اس دنیا میں اے دوست!
اور محبت کی بھوک، انسانی ہمدردی کی بھوک، یہ تو جھونپڑوں سے لیکر محلوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ کاش انسان زندگی کی حقیقت کو سمجھ سکتا۔ !؟

جوش کی حقیقت کو نہ پوچھو بڑے مسخرے ہیں۔ اُنھوں نے یہ نہیں کہا کہ میں نے وہ انھیں کتنا آڑے ہاتھوں لیا؟ اسے تو وہ مالٹا کی ترنگ میں بھول گئے ہونگے، میں نے انھیں چیلنج کیا کہ جو شخص میری ذات پر تاجر ہونے کا اتہام لگاتا ہے وہ مجھ سے واقف نہیں۔ میں نے کبھی زندگی میں غیر منطقی حرکتوں کو پسند نہیں کیا اور نہ وہ میری زندگی میں

پائی جاتی ہیں۔

میں نے عین اس وقت جب ہر مسلمان کام کرنے والے کو مسلم لیگی ہونا ایک سوشل جبر ہو گیا تھا ہندوستان سے وفاداری کا ثبوت دیا۔ میری زندگی کو کوئی شخص دورخی کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہی نہیں میں نے کبھی نیشنلزم کو بھی ذریعہ تجارت نہیں بنایا۔ مگر دوسروں نے بنایا۔ میں، مسز نائیڈو اور آنند نرائن ملّا اس کے گواہ ہیں۔

میں نے وطن سے کبھی غداری نہیں کی، میں کسی امیر کا مصاحب نہیں، کوئی شخص یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں بہ سلسلہ امدادِ جنگ ہونے والے مشاعروں میں بھی شریک ہوا، میرا جو کریڈٹ ہے، اس کو میں نے بہر حال باقی رکھا۔ اور محنت کر کے اپنا اور اپنے خاندان کا پیٹ بھرا۔ اور نہ میں دیسی ریاستوں کے وظائف پر زندگی بسر کرتا ہوں، میں جس طرح زندگی بسر کرتا ہوں اس کے لئے ایوب کا صبر، اور لوہے کی ہڈیاں درکار ہیں۔

میری سمجھ میں ان کی اور مجازؔ کی تنقیح مطلق نہیں آئی۔ آخر وہ کیا چاہتے ہیں رسالہ نکالوں تو اس کو فروخت نہ کروں؟ کتاب چھاپوں تو اس کو بیچوں نہیں —— !؟ کیا چاہتے ہیں یہ لوگ، مجازؔ صاحب کو معلوم نہیں کہ میں نے ان کی طرح باپ پر ۱۶ سال کی عمر سے تکیہ نہیں کیا، جس وقت بچے اسکول میں پڑھا کرتے ہیں، اس وقت سے میری عملی زندگی شروع ہوئی ہے۔ میں نے توریث کے پوتڑے نہیں سمیٹے، میں خود اپنا خالق و کارساز ہوں، جوشؔ صاحب کو زعم ہے کہ وہ ایک نواب کے پوتے ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ میں کسی نواب کا پوتا نہیں ہوں، میں ایک سپاہی کا بیٹا ہوں اور سپاہی کی جرأت میرے اندر زندگی کے مقابلے کیلئے موجود ہے۔

تم نے بھی لکھ دیا کہ "زندگی کی کشاکش میں وہ حقیقت کو بھول جاتے ہیں۔"

میں اس کو تسلیم نہیں کرتا، یعنی یہ نہیں مانتا کہ میں زندگی کی کشاکش میں تاجرانہ اصولوں پر عمل پیرا ہوتا ہوں، میں نے فاقوں میں بھی وقار و خودداری کو خیرباد نہیں کہا۔

میرے علم میں بہ حیثیت عارفِ جوش ہونے کے یہ حقیقت ہے کہ وہ افراد سے لیکر ریاستوں تک طلب منفعت کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں ساغر میں اور خواجہ حسن نظامی صاحب میں صرف طریق کار کا فرق ہے۔

بہرحال میں صاف آدمی ہوں، جب تک یہ دونوں نادم نہ ہوں، میں ان کو معاف نہیں کر سکتا۔ اور شاید میں ملنا بھی پسند نہ کروں ——— !؟

اور اگر ان باتوں سے ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ میں لکھنؤ میں انکی سوسائٹی تک خود کو محدود کر لوں تو یہ بھی ممکن نہیں، اس لئے کہ میرے اور ان کے سوشل خیالات اور طریقوں میں بہت بڑا فرق ہے، وہ ایک ذہین انسان جو انسانی سماج سے اپنی ذات کو بلند خیال کرتے ہیں، میں ایک غیر ذہین حیوان جو سماج سے اپنی ذات کو مسلح رکھنے کا قائل ہے، وہ خود کو ضائع کر چکے۔ میں خود کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔

میرے زندگی میں بہت فرائض ہیں۔ میں ایک گری ہوئی رنڈی کے لئے ان فرائض کو نظر انداز کرنا انسانیت کی توہین خیال کرتا ہوں۔

مجھے جوش کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ انتقام کے طور پر میں نے اپنے ضمیر سے وہ نئے معاہدے کئے ہیں (یا قدیم معاہدوں کی ذہنی توثیق کی ہے) جو مجھے بجائے ضائع کرنے کے محفوظ کریں گے۔

میرے ان خیالات کی نوعیت تعمیری ہے تخریبی نہیں۔ جوش یا مجاز سے خلوص میں میں کوئی کمی محسوس نہیں کرتا۔ مگر اپنی ذات کو بچانا میرا اولین فرض ہے۔

تعجب ہے کہ کشمیر میں مجازؔ کی مصیبت کیوں گوارا نہیں کی گئی، جوشؔ دوسرا مجھ پر یہ اتہام لگاتے ہیں کہ میں دوستوں کا خرچ کراتا ہوں، دوستوں پر خرچ نہیں کرتا ـــــ اگر وہ اس موقع پر مجازؔ کو اپنے ہمراہ لیجاتے تو کم از کم ان کی شاہ خرچی کی مثال تو قائم ہو جاتی۔

سچ کہتے ہو کشمیر ہر چند رشاہکار فطرت ہے۔ مگر لکھنؤ تمدن کا وہ اختراع فائقہ ہے جس کی مثال ہندوستان میں تو ممکن نہیں۔

فانیؔ کی موت سے مجھے ذاتی رنج ہوا، وہ عمر میں مجھ سے بڑے تھے۔ مگر ۱۸سال سے میرے دوست تھے، ان سے علی گڑھ، آگرہ، لکھنؤ، اور حیدرآباد میں بہت بے تکلف ملاقاتیں رہیں، بیسوں جلسوں اور مشاعروں میں ان کے ساتھ شرکت ہوئی، غیور، زندہ دل، گوشہ گیر، اور خوش حیات آدمی تھے۔ آخری بار ۱۹۲۶ء میں ان سے حیدرآباد میں ان کے مکان پر ملاقات ہوئی تھی، پھر دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ بقیناً فانیؔ کی موت اردو شاعری کے ایک بڑے سپوت کی موت ہے۔

عظیم بیگ چغتائی بھی اپنے دوست تھے بہت زمانے سے بیمار تھے، سب مر جائیں گے، مگر جسقدر زندہ ہیں، وہ رازِ ہستی نہیں سمجھتے۔

مضمون ضرور لکھو، تم یا ڈپٹی کلکٹری کرتے ہو، یا عاشقی!؟ مضمون نگاری کیلئے تمھیں فرصت کہاں ـــــ!؟

آنکھوں کا قصیدہ پہنچا، خوب ہے، "جب سے دیکھی شراب آنکھوں میں" ـــــ یہ قصیدہ ضرور شائع کیا جائیگا۔؟ اور یہ تو لکھو کس پتہ پر "ایک نمبر" ارسال کیا جائے؟

دیوہ کی نمائش کے سلسلے میں جو مشاعرہ ہو رہا ہے، اس کی دعوت منظور۔ تم اس وقت تک یقیناً رہو گے، اس لئے ملاقات ہی رہے گی۔ میں نے لکھنؤ میں تمھیں

مشورہ دیا تھا' اسی کا تو نتیجہ ہے نا!؟

جوش اور مجاز کے متعلق اتنا تیز اس لئے قلم سے نکل گیا' یہ دونوں ضرورت سے زیادہ نہنگ ہو گئے ہیں اور ایسا ہونا باعث فخر خیال کرتے ہیں' یہ غلط ہے۔ انھیں اپنی شخصیتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ مجھے وہ ۱۵ آرٹ ہاتھوں کیا لیں گے ۔۔۔ میرے اوپر ان کا اثر ہی کیا ہے !؟

محبت کو وہ کم کرنے کی فکر میں ہیں' وہ کم ہوئی اور نہ کم ہو گی۔

میں آجکل بیمار ہوں' خود چل پھر نہیں سکتا۔

تمھارا

ساغر نظامی

(۱۲)

از

ادبی مرکز میرٹھ

نادر علی بلڈنگس ۲۰۳/۲۲

۲۴ ستمبر ۱۹۴۱ء

پیارے ضیا!

یار' ہم تو آجکل بُری طرح گرے پڑے ہیں' ایک پھوڑا نکلا تھا اس کا آپریشن ہوا ہے' تقریباً ایک ہفتہ ہو چکا ہے' مگر زخم ابھی بھرا نہیں۔ میں مجاز یا کسی سے معذرت نہیں چاہتا۔ ان لوگوں سے سطحی تعلقات نہیں ہیں' مگر بے تکی باتیں روح کو تکلیف پہنچاتی ہیں' میں چاہتا ہوں یہ لوگ اپنی اہم شخصیتوں کا عرفان کریں۔ اور اس عرفان کی روشنی میں دنیا کو فائدہ پہنچائیں۔ صرف ہو حق زندگی نہیں اور

صرف گالی بازی بھی زندگی نہیں، زندگی بہت بلند شے ہے، آپ کا تبادلہ کیا ہوا، گردش روزگار ہو گیا، آج یہاں کل وہاں معلوم ایسا ہوتا ہے تمھاری شاعرانہ فطرت تمھارے خداوندگان کو ایک آنکھ نہیں بھاتی ہے؟

مشاعرہ کیلئے نہیں تمھارے لئے دیوہ شریف آ سکتا ہوں، اور اس لئے بھی کہ لکھنؤ راستے میں ہے۔ مجاز وغیرہ سے ملاقات ہو جائے گی، رونا یہ ہے کہ اُن لوگوں کے بغیر میں زندہ بھی تو نہیں رہ سکتا، مجاز کو تو میں بہت پیار کرتا ہوں، اور بدقماش "شاعرِ انقلاب" کے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔ سچ کہتا ہوں ضیاؔ، انساں بڑا پیاسا ہے، بڑا پیاسا ہے، بڑا ہی پیاسا ہے۔ میں تو کم از کم محبت کی مجسّم پیاس ہوں ایسی محبت کی، جو حقیقی اخلاص، عملی ربط، سنجیدگی اور ایک اَمٹ تعلق پر مبنی ہے۔

جو تمھارا جی چاہے بھیجدو، میں چاہتا ہوں کہ صرف میری "خالی جیب" صرف نہ ہو۔ کہو کیسی رہی، خالی جیب کی۔ ہمارے پاس صرف کرنے کیلئے صرف "خالی جیب" ہے۔ میں آجکل مزہ دار اقتصادی کرائسس میں ہوں، مگر عمر بھر ان جمودوں کو پگھلاتے ہی گذری ہے، اس لئے راہ کے اس پتھر کو جسے وقت نے شاہراہِ عمل پر جامد کر دیا ہے۔ جد و جہد کے ذریعہ پانی کر دینا کچھ مشکل نہیں۔

تمھیں غلط فہمی ہوئی ریڈیو والے (سنہ ۳۰) نہیں دیتے ہیں، وہ کافی دیتے ہیں مقامی طور پر جوشؔ کو (۵۰) دیتے ہیں، باہر والوں کو اس سے زیادہ دیتے ہیں۔

کیا واقعی تمھاری آنکھیں بہت پسند آئیں۔

وہ پیمانِ الفت سے سرشار آنکھیں   گہربار آنکھیں، شرربار آنکھیں۔

واقعی آنکھوں پر تمھاری نظم بہت خوب تھی، کئی بار پڑھی اور جھوما، یہ جوہر جب اس درجہ

تمھارے اندر پوشیدہ ہونہ ہے تو اسے آئینہ ہونا چاہیئے۔

ارے لکھنؤ کے کچھ پتہ نہیں ہیں بتاؤں کیا سے
ہم پہ گذرے نہ گمان ریو دریا کا ہرگز

فرید کا حال معلوم ہو کر افسوس ہوا، اب اچھے ہیں یہ جان کر افسوس ختم ہو گیا۔ اور مسرّت حاصل ہوئی۔ جاؤ تو میری بیماری کا حال کہہ دینا۔ اور سُنو تمھارے بیٹا پیدا نہیں ہوا!؟

ارے تم سب لوگ تخلیق کرنے لگے میں ابھی تک مخلوق کا مخلوق ہی ہوں۔ طرح پر غزل بھی کہوں گا، اور نظم کشمکشِ حیات پر آجکل میں یہ نظم لکھ سکتا ہوں۔

تمھارا
ساغر نظامی

(۱۳)

ادبی مرکز میرٹھ
۲۹ ستمبر ۱۹۴۱ء

ڈیر ضیا! تسلیم

مبلغ ۳۰ کا منی آرڈر مل گیا تھا آج خط بھی ملا۔ میں ۸ کی شام کو میرٹھ سے روانہ ہو کر ۹ کی صبح کو لکھنؤ پہنچونگا۔ ۶-۵ پر تمھیں فون کرونگا۔ ایک پھوڑے کے بعد دوسرا پھوڑا نکل آیا تھا لیکن آج وہ پھوٹ گیا ہے۔ غالباً ۲، ۳ دن میں بالکل اچھا ہو جاؤنگا۔ آنکھوں والی نظم کی اتنی تعریف کے بعد تو مجھے دیکھنے اور تمھیں آنکھیں دکھانے کا حق ہو گیا۔

تمھارا
ساغر نظامی

(۱۴۲)

ضیا!

رات کے دو بجے ہیں کام کرتے کرتے تھک گیا تھا ٹہلنے لگا یکایک ایشیا
کے اُن فرموں پر نظر پڑی جو چھپ چکے ہیں آغاز تمھیں سے ہے. جگر کے [illegible]
تقریر زمانہ کانپور میں جوش کی موجودگی میں الہ آباد میں پڑھی گئی تھی، فراق بھی تھے اس پر
تنقید علیحدہ چیز ہے، کبھی ملے تو بتاؤں گا کئی جگہ بہکے ہو. مگر ساغر کے متعلق "خوش بیانی"
اور "خوش نوائی" کے جو تنگ دلانہ اور بے معنی لفظ تم نے لکھے، اُن میں تمھارا اصلی دل
جھلکا، یعنی میں ایک خوش بیان اور خوش نوا "مغنی" ہوں اور بس. ان دو لفظوں
کے مقابلے میں، میں نے اپنا وہ نوٹ دیکھا جو میں نے تمھارے متعلق لکھا ہے، اور
مجھ میں چھپے ہوئے موعود و منتظر آدم نے ہنس کر کہا کوئی مانے یا نہ مانے دنیا تیرے
ساتھ تنگ دل اور تو دنیا کے ساتھ وسیع القلب ہے۔

پڑھو تو سہی یہ نوٹ ــــــ ! اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میں تمھیں ایسا
نہیں مانتا جیسا کہ میں نے لکھا ہے نہیں میں ایسا ہی مانتا ہوں اُسے دھڑلے سے
کہتا ہوں، اور تم بھی مجھے خوش بیان و خوش نوا سے زیادہ تسلیم کرتے ہو
مگر کہنا نہیں چاہتے ــــــ !؟! "ہستی کی تلخی کے لاکھوں جام پئے ہیں میں نے" مگر سد
مجھے پامال کر کے باغباں چاہے جہاں پھینکے — میں سبزہ بن کے پھر اگ آؤں گا صحنِ گلستاں میں

ساغر نظامی

۲۲ ۱۲/۱۸ ۶ ادبی مرکز میرٹھ

جوش کے متعلق تمھارا کیا واقعی یہی خیال ہے کہ اقبال نے جو عمارت تیار کی اس نے اُ
محض سجایا. !؟ حیرت ہے تمھاری نقادی پر !؟

(۱۵)

ادبی مرکز میرٹھ
۸ر جنوری ۱۹۴۲ء

جانِ ساغر

کلکتہ سے منتقل ہو کر تمھارا تیسرا خط آج ملا' ارے بھائی کہاں کے فضلی برادرس اور کیا کام۔

ہجوم خیالات ہے اور ہم ہیں — وہی بار آفات ہے اور ہم ہیں

ایشیا کا تازہ خاص نمبر "نگار نامہ" کل شائع ہو جائیگا گو یہ موسم تقاضہ کرتا تھا کہ پیدا ہو جانے والے بدیہی بہانوں سے فائدہ اٹھایا جاتا' مگر عین طوفان کے وقت پھر کشتی نذر دریا ہے —— !؟

دیوہ شریف کے بعد تم سے میں قدرے ناراض تھا مگر اب نہیں ہوں' پھر بھی یہ فیصلہ ہے کہ تمھاری دعوت پر اب کسی مشاعرہ میں شریک نہیں ہونگا۔ تم اصل میں ٹھیک رہتے ہو جوش سے جو بغیر دل آزاری کے ادنیٰ خیال کے بات بات پر روٹھ جاتے ہیں' میری اور نرمی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو' ان خامیوں کا اندازہ کر کے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ "زیادہ شریف شاعر" ہونا دنیا میں مصیبت خریدنا ہے جو پاگل پن اس کی ذات سے منسوب کر دیا گیا ہے اس سے ضرور جگر اور جوش کی طرح فائدہ اٹھانا چاہئے۔ میں نے شاعرانہ فکر و ریاسے خود کو محفوظ کر کے زندہ رہنا چاہا مگر لوگ میرا سامان اپنی سسرال میں چھوڑ کر چلتے بنے —— !؟

اِن حالات سے متاثر ہو کر میں نے عام انسان کو قتل کر دیا۔ اور اس کے خون سے

شاعر کا خمیر گوندھا ہے لہٰذا آپ کی ملاقات اس شاعر سے کرائی جائیگی۔ —— !؟

مشاعرہ کا بلاک اس نمبر میں سائز کی وجہ سے نہ چھپ سکا، فروری میں ضرور چھپ جائیگا بلاک تو بہرحال کام لینے کے بعد تم کو واپس ہوگا ہی۔ جگر کی دیوہ والی نظم یعنی احساس شکست ہاں اس کا مسودہ میرے پاس ہے تو، مگر بھی بالکل یاد نہیں، بہرحال تلاش کرونگا اور کہیں مل گئی تو بھیجونگا ورنہ وہ میرے پاس رہے گی

کلکتہ کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشیں　　اِک تیر میرے سینہ پہ مارا کہ ہائے ہائے

یادگار مشاعرہ" فضلی برادران نے فلما لیا، اچھی چیز ہوگا، تم بھی دیکھنا، میں نے مومن اور جگر نے مرزا داغ کا رول لیا تھا

تمھاری دونوں نظمیں مارچ کے ایشیا میں شریک کردی گئیں ہیں۔ کاغذ کیلئے ۵ ارسال کرسکتے ہو، اب تو اور قیمت بڑھ گئی۔ اتنے عرصہ میں واقعات کے ڈھیر ہو گئے ہیں، کبھی ملنا ہو تو داستانیں کہی جائیں۔" آل انڈیا ریڈیو دہلی" کو کس لیٹر ہیڈ پر خط لکھ دیتے ہو۔ مرانب کے اعلان میں کوئی گریس نہیں۔

راشد نے مجھ سے پوچھا ضیا صاحب کس قسم کے آدمی ہیں۔ اور یہ سب آپ کے لیٹر ہیڈ نے غلط فہمی کی پیدا کی بہرحال میں نے ان کے منہ پر برا بھلا کہا۔ اچھا دیکھو دہلی جاؤ تو راشد سے ملاقات کرلینا وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں، یہی تمھارے اس خط کا جواب ہے، جو تم نے انھیں لکھا تھا۔

جوش اور مجاز تمھیں بھولے نہیں ہیں، مصروف لوگ ہیں، خط کیسے لکھیں، ہاں بھئی مجھے البتہ معاف کرنا میں نے تمھارے کئی خط کا جواب نہیں دیا، توبہ توبہ کتنی معصیت میں لے لی ؟

ہاں اور سنو، ۵ر سے پہلے مجھے ورنگل (دکن) جانا ہے، مگر پاس ہو جلد خوں گا۔
کاغذ کیلئے روپیہ بھیج دینا اجکل.........

پیار،
تمھارا ساغر

(۱۶)

ادبی مرکز

نادر علی بلڈنگس شاہراہ اعظم میرٹھ
مورخہ.....۶ مئی.......۱۹۴۳ء
نشان خط نمبر

ایشیا
(ادبی مرکز کا علمی و ادبی ماہنامہ)
منظور شدہ
محکمہ تعلیمات حکومت صوبہ متحدہ، حکومت بہار،
حکومت صوبہ سی۔ پی (برار)
ایڈیٹر ساغر نظامی
معاون: سید محمد تقی

(کل ہند ادارۂ جدید
ادب اُردو)

Ref 11482   D.B. 2382

ضیا!

دہلی سے واپسی پر تمھارا رقعہ ملا، نہ ملنے کا سخت افسوس ہوا، میں آل انڈیا رائٹرس کانفرنس میں دہلی گیا ہوا تھا۔ ۲۴ر کو واپس ہوا، تمھاری زندگی مقیم، میری حیات مسافر!!
اب تو گذرنے کی بھی گنجائش نہیں رہی، سخت مراحل سے گذرا، سخت مراحل درپیش ہیں روحانی بھی، مادی بھی، مل کر بیٹھتے تو کچھ سُنتے سُناتے، بہرحال اب کوئی موقع پیدا ہوا تو ضائع نہیں کرونگا، مرادآباد آؤنگا۔

"تکمیل بنت حوا" نظم دیکھی، یہ آپ کو کیا ہوا!؟ شائع کرنے سے انکار نہیں، مگر تقلید کی وجہ پوچھنا چاہتا ہوں، اس صنف میں انھیں کو کہنے دیجئے جو موزوں نہیں کہہ سکتے۔ جہاں تک میرا خیال ہے آپ تو نظم پر قادر ہیں نہ؟

ایشیا مکاتب نمبر کے بعد "نگار نامہ" اور اس کے بعد برابر ماہانہ شائع ہو رہا ہے،
لکھو کہ کونسا نمبر تمھیں نہیں ملا!؟
جگر والی تقریر زمانہ میں شائع ہو گی، اب اس کی اشاعت ایشیا میں فضول ہے
یہ اثر صاحب کی غزل غیر مطبوعہ ہے یا دیوان کی غزل ہے؟ جوش آجکل بمبئی اور مجاز
دہلی میں ہیں، ایشیا کے متعلق لکھو کہ کب سے نہیں ملا ہے تاکہ سب نمبر بھیجدوں امید
ہے کہ تم خوش ہو گے۔

خاکسار۔
ساغر نظامی

آدرش

(جان ساغر ضیاء الاسلام کے لئے)

میرے مقصود کی تصویر نہیں ہو افسوس
تم مرے خواب کی تعبیر نہیں ہو افسوس

وہ مرا خواب وہ ایوانِ تخیل کی اساس
وہ مرا خواب وہ تصویر خیال و احساس

جس کے شہپر مری پروازِ تخیل کے امیں
جس کے قدموں پہ سرافراز تصور کی جبیں

جس کے انفاس سے مہکا ہے شبستانِ وجود
ورنہ اک صفحۂ سادہ تھا گلستانِ وجود

میرا آغاز، مرا نشو، وہ میری تکمیل
میرے جینے کا سہارا، مرے مرنے کا کفیل

وہ مرا خواب، وہ اک محشرِ انوارِ رواں
وہ مرا خواب، وہ افسونِ تلاطم کا جہاں

جس میں اک عربدہ جو چھائے ہوئے ہی ہر سو
میرے احساس کو مہکائے ہوئے ہی ہر سو

وہ مرا خواب وہ ہستی کا شبستانِ جمیل — میرا سپنا مرے مقصود کا ایوانِ جمیل

تم نہیں ہو مرے سپنے کے شبستانوں میں — ہے کوئی اور مرے خواب کے ایوانوں میں

میرے مقصود کی تصویر نہیں ہو افسوس

تم مرے خواب کی تعبیر نہیں ہو افسوس

نہ وہ قامت کہ جسے نشوونما کہئے — روحِ عظمت کا ابھرتا ہوا جذبا کہیے

سانپ کی طرح لچکتا ہوا پیکر بھی نہیں — بس اور امرت سے چھلکتا ہوا ساغر بھی نہیں

نہ وہ آنکھیں کہ غم آلود جواہر کی طرح — دل پہ زر بار ہوں دو ساغرِ گوہر کی طرح

نہ وہ ہاتھوں کا تجمل، نہ وہ باہوں کا جلال — نہ وہ امواجِ تصور نہ وہ گردابِ خیال

میری رگ رگ کو جکڑتی ہے نگاہیں اسکی — باندھ لیتی ہیں مری زیست کو باہیں اسکی

نہ وہ پھولوں کی مہک ہے نہ وہ خوشبو کی مہک — نہ وہ پائل کی صدا ہے نہ وہ گھونگرو کی دھمک

کھل کھلاہٹ نہ وہ برگِ گلِ تر کا نغمہ — مسکراہٹ نہ وہ آثارِ سحر کا نغمہ

نہ وہ بازو کہ جو بے تاب ہوں گردن کیلئے — لعل و گوہر سے لدے سانپ سے لہرائے ہوئے

اس کا ہنسنا ہے نہ وہ سینۂ سیمیں کی ہے گونج — شورِ نغمہ ہے نہ وہ مطرب رنگیں کی ہے گونج

نہ وہ لچکی ہوئی شاخِ گلِ تر کا عالم — نہ وہ مچلی ہوئی ناگن سی کمر کا عالم

گفتگو بارشِ القا نہ خموشی الہام — نہ وہ چپ چاپ نظامِ ابدیت سے کلام

نہ فلاحت، نہ شکایت نہ لطافت نہ رضا — نہ تکلّم، نہ تبسّم، نہ ترنّم، نہ صدا

مجھ میں پوشیدہ ہے یہ روپ میں اسکے مسجد — کبھی معبود، کبھی عبد، کبھی خود معبد

جھانک کر میرے تخیل سے مسلسل گانا — اور پھر میرے تخیّل ہی میں حل ہو جانا

میرے مقصود کی تصویر نہیں ہو افسوس

تم مرے خواب کی تعبیر نہیں ہو افسوس

تم لرزتی ہو مرے جذبۂ صنعت گر سے ‏ اس نے مقصود چرایا ہے دلِ آذر سے

تم بھڑکتی ہو مرے شعلۂ صناعی سے ‏ اس کی فطرت کی ہے اک لاگ صنم سازی سے

نہ وہ عصیاں کی تڑپ ہے نہ وہ ایماں کی جھلک ‏ برسی پڑتی ہے نگاہوں سے رواجوں کی چمک

تم پہ ہر وقت روایات و عقائد کا عذاب ‏ گرد ہے اس کی نگاہوں میں گنہ اور ثواب

نہ وہ مٹنے کی تمنا نہ سنورنے کا جنوں ‏ نہ ابھرنے کا سلیقہ نہ سنورنے کا جنوں

تمھیں پانی پہ بھی شک آتشِ سیال کا ہے ‏ زہر پر اس کو یقیں بادۂ کم سال کا ہے

اس کے ابرو ہیں، نگاہوں میں، اداؤں میں مدام ‏ ہیں ابھرتے ہوئے ساغر تو چھلکتے ہوئے جام

اس کی آنکھوں کی سیاہی میں جہانِ اشکال ‏ لاکھ مبہم سے الم، لاکھ سسکتے سے خیال

ایک غماز خوشی روتی ہوئی اسکی آنکھوں میں ‏ لاکھ گردابِ وفا کھلتی ہوئی باہوں میں

یہ مری روح میں ہے قید بصد صبر تمام ‏ اور تمھیں شوق کہ بن جائے مری روح غلام

تمھیں یہ فکر کہ افلاس نہ ہو سدِ رواج ‏ اس کے نزدیک محبت کی یہی ہے معراج

تمھیں قیمت کی طلب اسکو محبت کی طلب ‏ تمھیں عشرت کی طلب اسکو مصیبت کی طلب

میرے مقصود کی تصویر نہیں ہو افسوس
تم مرے خواب کی تعبیر نہیں ہو افسوس

ساغر نظامی

مراد آباد ۲۹ ۸/۴۲ ء

نادر علی بلڈنگس شاہراہ اعظم میرٹھ
مورخہ ... ۹ جنوری ... ۱۹۴۳ء
نشان خط نمبر
ادبی مرکز
شعبۂ کتب
ملت سیاست غز میرٹھ
ناظم
اسعد یار خاں اعظم
(کل ہند ادارۂ جدید ادب اردو)
Reg. 15036 D.B.

بھائی جان،

خدا حافظ،

میں اور جوش تو شمالی ہند سے چلے!

غالباً ۱۵ تک ہم لوگ پونا چلے جائیں گے، ایک فلم کمپنی سے معاہدہ ہو گیا ہے، پونا ہی قیام رہے گا، ایشیا بھی وہیں سے شائع ہوگا۔ میں اتفاق سے ۱۷ دسمبر کو مراد آباد پہنچ گیا تھا۔ میں یکایک مراد آباد میں داخل ہوا، اور اسی دن رات کی گاڑی سے واپس ہو گیا۔ اگر "مراد آباد" جاتا تو ظاہر ہے، تمہارے مکان پر ٹھہرتا، تمھیں خبر کرتا، میں تو یوں ہی چلا گیا تھا۔ "تم سے آزردگی غیر سبب"!؟" میں بہت اچھا ہوں اور مصروف ہوں، ۲۴ دسمبر ۴۲ء کو تو تم آئے نہیں!!؟ ابھی ۲۸ کو مجاز سے دہلی میں ملاقات ہوئی تھی، بہت ممکن ہے وہ بھی بمبئی چلے جائیں، جوش سے اگر ملنا ہے تو لکھنؤ آؤ، وہ تو کمر بستہ بیٹھے ہیں۔

اگر ہندوستان میں کبھی کہیں کوئی میرے تعلقات اور اقتصادیات کے بارے میں تم سے کچھ دریافت کرے تو بتا دینا گو تم میرے اقتصادیات کے بارے میں مفصل کچھ نہیں جانتے ہو کہ میرا ذاتی اور کاروباری خرچ ۶۰۰ روپیہ ماہانہ سے کم نہیں ہے۔ خرچ ہی سے پورا اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ میں تمھارے دوستوں میں سب سے زیادہ "نیک" اور شریف انسان ہوں۔ .... غالباً تم سمجھ گئے ہوگے!؟

خط کا جواب نہیں دینا، پونا جاکر میں تمھیں خود خط لکھونگا۔ مجاز اپنے بھائیوں کے سیاسی اعمال اور ان کے معاقبات کے سلسلے میں پریشان ہیں۔ لکھنؤ میں ہیں۔ اور کہو تمھارا کیا حال ہے، سنبھل پرگنہ کے ڈپٹی صاحب۔

اور تفصیل سہی۔ فلم کمپنی کا نام شالامار پکچرز ہے، اسٹیڈیو پونا میں ہے، میرا اور جوش صاحب کا کام کہانی، مکالمے اور گانے لکھنا ہوگا اور یہ سب کچھ مشترک ہوگا۔

تمھارا

ساغر نظامی

(۱۹)

شعبۂ کتب

مکتبۂ ساغر میرٹھ

ناظم

اسد یار خانِ اعظم

ادبی مرکز

نادر علی بلڈنگس شاہراہ اعظم میرٹھ

مورخہ ..... ۲۹ جنوری ..... سنہ ۱۹۴۳ء

نشان خط نمبر

Re ______ D.B ______

(کُل ہند ادارۂ جدید ادب اردو)

پیارے ضیا!

تسلیم۔

بھئی تمھارے جانے کے بعد مجھے اک ذاتی خط سے معلوم ہوا کہ جس معاملے کے متعلق میں نے تم سے باتیں کی تھیں، اس میں امید منقطع نہیں ہوئی ہے، اور یہ بھی ممکن نہیں ہے، کہ میں (اپنے نہیں دوسرے کے خیال سے) خاموش ہو کر دست بردار ہو سکوں۔ اس لئے اب تمھارا منصب اور بھی اہم ہو گیا ہے، تم کو جو کچھ میں نے دکھایا ہے اور جو کچھ پونا کے متعلق کہا ہے اور جو کچھ تم بہ حیثیت دوست میرے حال و مستقبل کے متعلق جانتے ہو

اور رائے رکھتے ہو، صاحبِ موصوف سے بیان کر دینا۔

یہ میری زندگی کی اک تاریخی موڑ ہے جہاں تمھاری ذات سے مجھے وہ کام پڑا ہے جو تمھارے اصلی جوہرِ شرافت و دوستی سے ایسی توقع رکھتا ہے جیسی ایک مجبور شخص کو اک شریف دوست سے ہو سکتی ہے۔ اس وقت تم دو دلوں کو چور چور ہونے سے بچا سکتے ہو۔

تمھارا

ساغر

(۲۰)

ظاہر پیلس ۶۷۱/۳ گنج سھ شنکر سیٹھ پونا

ادبی مرکز

مورخہ ۸ر فروری ۱۹۴۳ء

(کُل ہند ادارۂ جدید ادبِ اردو)

نشانِ خط نمبر

مائی ڈیر ضیا!

تسلیم

گرامی نامہ پہنچا، شکریہ، تم نے میری امداد کی، تمھاری اس نوازش کا شکریہ، ہم لوگ یہاں ایک بڑے خوبصورت مکان میں مقیم ہوئے ہیں۔ اوپر کے حصّے میں میں ہوں نچلے حصّے میں جوش صاحب مع اپنے خاندان کے۔ بھئی جو کچھ میں نے تم سے اپنے معاوضۂ خدمت کے متعلق کہا تم نے اسے جھوٹ کیوں سمجھا؟ آخر مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی!؟ تم کو مجھے جھوٹا سمجھنے کی کیا حاجت!؟!

مجاز کو آخرِ فروری میں بمبئی ضرور آجانا چاہئے، وہ بھی کہیں نہ کہیں کام پر لگ جائینگے۔ یہاں ابھی مواقع ہیں۔

تجھے کیا، دورِ گُل ہے یا زمانِ خار ہے ساقی

تُو خود اپنی جگہ اک دولتِ بیدار ہے ساقی

خدارا انتہائی لطف و نرمی سے مداوا کر

کہ عقلِ انساں کی اک عمر سے بیمار ہے ساقی

بہت عجلت نہ فرما کاروبارِ دل کے اجرا میں

اندک و بسیار، ہے ساقی

ذرا آہستہ لے چل کاروانِ کیف و مستی کو

کہ سطحِ ذہنِ انساں سخت ناہموار ہے ساقی

جگر

۴ ؍ فروری ۱۹۳۲ء

مراد آباد

جوشؔ صاحب سلام کہتے ہیں، ہم سب لوگ اچھے ہیں، پونا بڑا پُر بہار مقام ہے مئی میں ضرور آؤ اور میرے ساتھ قیام کرو۔ یہاں میرٹھ سے زیادہ مصروفیت پیدا ہوگئی۔ مجھے راتوں کو جاگ کر کام کرنا پڑیگا۔ پہلی کہانی اس ماہ کے آخر تک مکمل کردینی ہے۔

خاکسار

ساغرؔ نظامی

تصدیق کی جاتی ہے کہ ساغرؔ صاحب کے معاوضۂ خدمت کے باب میں جو کچھ آپ سے بیان کیا گیا ہے وہ صداقت پر مبنی نہیں ہے۔ مراد آباد میں مجازؔ کے ساتھ میں جب درِ دولت پر حاضر ہوا تھا، اس دن کی دل نوازی آج تک یاد ہے۔

جوشؔ

(۲۱)

ادبی مرکز، پونا

۲۰ دسمبر ۱۹۴۳ء

ضیاءالاسلام صاحب

"ناراضگی" ـــــ دوستی کا احتجاج ہے، یہ نہ ہو تو دوستی کے چہرہ کی تابانی کم ہوجائے لیکن یہاں تو قصہ ہی مختلف ہے۔ میں آپ سے ناراض نہیں ہوں، خوف زدہ ہوں۔ دوستی یگانگت کے یقین کو کہتے ہیں اور یگانگت میں شکوہ و شکایت ہوتا ہی ہے۔ مگر ہولناک انکشاف و تجربہ تو یہ ہے کہ آپ میرے دوست ہی نہیں!؟!

شاید آپ کو یاد ہو میں نے آپ سے اپنی شادی کی بات چیت کے واقعات کہے تھے اُس دن آپ میرے مہمان تھے، میں نے آپ سے بہ حیثیت دوست چاہا کہ

آپ عبدالہدیٰ خاں صاحب سے میری اقتصادیات کی تصدیق کر دیں، تصدیق تو کجا آپ نے کلیتہً میری اقتصادیات ذات اور میرے تمام اعمال و اخلاق کی ان سے تکذیب و تخریب کی،۔ اس حد تک کی کہ اگر میں ذہین آدمی نہ ہوتا تو آپ نے میری شادی کو ناممکن بنا دیا تھا۔

ہمارے تمھارے تعلقات جس قسم کے تھے، یہ صحیح ہے کہ غور کیا جائے تو انکی کوئی مضبوط بنیاد نہیں تھی۔ لیکن بظاہر وہ تعلقات اتنے اہم ضرور تھے کہ خواب میں بھی آپ سے تکذیب و تخریب کی توقع نہیں ہو سکتی تھی۔

یہ اور بات ہے کہ آپ کی مہارت نے مجھے اپنی اصلی قدر سمجھنے سے بے خبر رکھا ہو، آپ خود اپنی ذات کو "طبقۂ حکام" نائبانِ حکومت، اشرف اور صاحب جاہ یقین کرتے ہوں اور شعراء کو (خاص کر مجھے) محض ارباب نشاط سے!؟

یا ہو سکتا ہے کہ آپ مجھے برتر و بلند مقام دیتے ہوں لیکن تحتِ شعور میں دوسرے خیالات رکھتے ہوں لیکن میں بدقسمتی سے آپ کو اہلِ قلم (یعنی اربابِ نشاط) ہی کے طبقے سے سمجھتا رہا اور یہی سمجھ کر ملتا رہا۔ میں نے کبھی آپ کی ذات میں ان مصائب و امراض کی تلاش نہیں کی جو پی۔ سی۔ ایس کے ذلیل اور اوچھے طبقے میں پائے جاتے ہیں۔

شاید اسی لئے جب ایک سوشل حقیقت سامنے آئی تو آپ کے وہ خیالات بیدار ہوئے جو تحت شعور میں پڑے ہوئے تھے اور آپ نے نواب مقصود علی خاں کی بیگم اور اپنی اہلیہ کے ذریعہ مولوی عبدالہدیٰ کے سامنے میری وہ گھناؤنی تصویر پیش کی جس کے دیکھنے کے بعد میری شادی ناممکن ہو گئی۔

بڑی عجیب بات ہے، ہنسی آتی ہے کہ آپ نے وہ تمام محاسن میری ذات

میں بتائیے جو مخفی ہو کر خود آپ کی ذات میں پائے جاتے ہیں، یہی کیا کم تھا مگر آپ نے مجھے جھوٹا ثابت کرنے کی سعی بھی کی ۔!؟ اور ان سے کہا کہ میں پونا میں ۰۰۰‏،۴ ماہانہ پر ملازم ہوں ۔

ایسا آپ نے کیوں کہا ــــ ؟ حیران ہوں آپ شادی شدہ تھے، غیر متعلق تھے، اس کا بھی کوئی امکان نہیں تھا کہ آپ اپنی شاہین مزاجی سے مغلوب ہو کر ہدیٰ خاں صاحب کے خیابان پر جھپٹا مارنے میں کامیاب ہو سکتے۔ آخر کیا وجوہ واسباب تھے؟ آپ نے میرے پیام کی مخالفت کیوں کی ؟؟ میرے خیال میں اسکے چند وجوہ ہیں:۔

(۱) حسد کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے ایک بے معنی حسد بھی ہے، آپ بے معنی حسد کے نذر ہوئے۔ یہ حسد اس قسم کا ہوتا ہے کہ کسی سے رابطہ ہو یا نہ ہو، کوئی نتیجہ نکلے یا نہ نکلے لیکن دل کو تکلیف پہنچتی ہے اور انسان مجبور ہو جاتا ہے کہ فضا کو خراب کرے ۔

(۲) آپ کامل ۱۲ سال مجھے دھوکہ دیتے رہے یعنی آپ صرف دوست ہی نہیں تھے بلکہ آپ کے دل میں میرا تصور ایک شناسا کا بھی نہیں تھا۔ گاہ گاہ مل لینا، ہنس لینا، خط لکھ دینا، مشاعروں میں بلا لینا، یہ تمام عمل بر بنائے ضرورت تھا، بر بنائے اخلاص نہیں تھا۔ اس لئے جب اک "سنگین جذبہ" سے ان شیشوں کا تصادم ہوا تو سب کچھ چور چور ہو گیا۔

(۳) تیسری واضح وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ مجھے شاعر سمجھتے تھے، روایتی اخلاق کا حقدار بھی مانتے تھے، یہ نہیں جانتے تھے کہ میں انسان بھی ہوں اسلئے آپ کیلئے شاید یہ ضروری ہو گیا کہ آپ ایک لڑکی کو تباہ ہونے سے بچا لیں ۔!؟

بہر حال کوئی وجہ ہو یا نہ ہو یہ وجہ تو قطعی طور پر ہے کہ آپ کبھی میرے دوست نہیں تھے۔ آپ کا یہ دوسرا حملہ تھا۔ اسی طرح آپ نے ڈاکٹر یوسف نور جہاں اپنی بیوی کی عزیزہ سے میری برائیاں کیں، آپ نے بھی اور آپ کی بیوی نے بھی۔ اور وہاں بھی میری شادی کا امکان ضائع ہو گیا۔ لیکن اس معاملے میں میری کوئی خواہش نہیں تھی، اس لئے میں نے کوئی چھان بین نہیں کی۔ پر میرے شادی کے واقعات نے اس بات کی تصدیق کر دی۔ کہئے شادی کے معاملے میں میں نے آپ کا کیسا مقابلہ کیا؟ ذلت و شکست کا اعتراف ہے یا نہیں؟ میری فتحمندی سے آپ مسرور ہیں۔!

اس کے بعد میں نے ہر ہر فریب ذہنی و قلبی رشتہ آپ سے قطع کر لیا تاکہ میں یکسو ہو کر محفوظ ہو جاؤں۔

شادی کے علاوہ مراد آباد کے مشاعرہ کے سلسلے میں آپ نے میرے ساتھ توہین انگیز سلوک کیا جس کا جواب غالباً آپ کو معقول دیا گیا۔

ایک خوش خبری سنئے۔ آپ کا مجھ پر عظیم احسان ہے۔ آپ نے میری دماغی فضا تبدیل کر دی۔ حیات کے متعلق نقطۂ نگاہ تبدیل کر دیا۔ اب دوستی کا جادو مجھ پر نہیں چل سکتا۔

اب ناراضگی اور دشمنی دونوں ادنیٰ باتیں ہیں۔ آپ نے دوستی و دشمنی ہی سے بے نیاز کر دیا، میری آنکھیں کھول دیں قوت مدافعت کو دو چند کر دیا۔ اس کے لئے میں آپ کا کتنا شکر گذار ہوں ——— !؟

آپ کے نام مراد آباد کے پتہ پر ایشیا مسلسل جاتا رہا ۱۴۹۹ نمبر تھا، بہر حال اب پتہ تبدیل کر دیا گیا ہے۔ ستمبر نمبر ملا ہو گا! مضامین کے بارے میں یہ عرض ہے کہ یہ عمداً نہیں کیا گیا۔ اب بات پرانی ہوئی چھوڑو پھر بھی میں نوٹ لکھ دوں گا۔

والسلام
ساغر نظامی

آزاد انصاری

تاجور نجیب آبادی

دل شاہجہانپوری

سیماب اکبر آبادی

حفیظ جالندھری

اعظم خسروی جے پوری

مشفقی و مکرمی۔ السلام علیکم

جس زمانے میں جوش صاحب دہلی سے ملیح آباد منتقل ہو گئے تھے اسی زمانے میں نے بھی دہلی چھوڑ دی تھی اور حیدرآباد چلا آیا تھا، یہاں پہنچکر اپنے مجموعہ کلام کا باقی کام ختم کرایا، اب بفضلہ وہ تیار ہے اور شائع ہو رہا ہے، اس کی ایک جلد برائے ریویو و بطور نذر حقیر ارسال خدمت عالی کر رہا ہوں اور متوقع ہوں کہ اردو یا انگریزی میں مناسب ریویو کر کے مجھے ممنون کیجئے گا اور جس انگریزی یا اردو اخبار میں اس پر ریویو شائع ہو اس کی ایک کاپی مجھے بھیج کر یا بھجوا کر شکر گذار فرمائیے۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ اپنے ادب دوست حلقۂ احباب میں اس کی کچھ جلدیں فروخت کرا کے میری مدد فرمائیے۔ میرا خیال ہے کہ اگر جناب توجہ فرمائیں تو پچاس، سو جلدیں نکل جانی بہت معمولی بات ہے۔

اس مجموعہ کا نام معارف جمیل ہے، یہ تمام ترجمالی کلام پر مشتمل ہے، دوسرا مجموعہ جو زیر طبع ہے اُس کا نام معارف جلیل ہوگا جو سرتاسر جلالی اصناف سخن کا حامل ہوگا طیار ہونے پر اس کو بھی جلد ارسال خدمت عالی کروں گا، امید کہ مزاج والا بخیر ہوگا، والسلام۔ نیازمند آزاد انصاری۔ ۱۴ر ستمبر ۱۹۳۹ء

پتہ

حکیم آزاد انصاری۔ احسان منزل

ڈاکخانہ عنبر پیٹ

موضع رامنتا پور

حیدرآباد دکن

یکم اگست ۱۹۳۶ء

محترمی قبلہ! اسلام مسنون

کرامت نامہ عزت افروز ہوا۔ اخبارات کے تراشے بھی موصول ہوئے اس التفات بیکراں کا سپاس گزار ہوں۔ شاہکار کے سالنامے میں "وادیٔ گل فروش" صرف ایک تصویر ایسی شائع ہوئی جسے شاہکار میں شائع نہیں ہونا چاہئے تھا۔ جب مجھے تصاویر میں یہ تصویر دکھائی گئی تو میں نے اسے شائع کرنے کی مخالفت کی تھی مگر میرا اسٹاف مجھے تجارت سوز کا خطاب دے رہا تھا میں نے سب کچھ سُنا مگر اس تصویر کی اشاعت سے انکار کر دیا۔ ایسٹر کی تعطیلات میں کالج بند ہوا تو میں نجیب آباد چلا گیا اور اسٹاف نے میری مرضی کے خلاف اسے شائع کر دیا۔ یہ اصل واقعہ ہے۔

میرا ارادہ ہوا کہ مئی کے پرچے میں اس واقعے کو نقل کرتے ہوئے تصویر کی اشاعت پر اظہار افسوس کروں مگر اسٹاف نے مجھے ایسا کرنے سے اس لئے روکا کہ اب تو دو چار کو اس کی عریانی کا احساس ہوا ہوگا آپ کے اعتراف کے بعد سب کو علم ہو جائے گا کہ تصویر واقعی عریاں ہے۔ یہ وجہ معقول سی تھی اس لئے میں نے اظہار افسوس بھی نہ کیا۔ معاصرین شاہکار کا اور خصوصیات میں مقابلہ نہیں کر سکتے مگر اس کی خامیاں اجاگر کرنے پر مصر ہیں۔ "ادبی دنیا" کا تصویری معیار سطحی ہے اس نے نکتہ چینی کر ہی دی اور پھر اس زیادتی کے ساتھ کہ سالنامے میں جو باقی تصاویر شائع ہوئی ان کو بھی نکتہ چینی سے مستثنیٰ نہ کیا "الی اللہ المشتکیٰ"۔ آپ کی اس توجہ کا کہ آپ نے ریویو کی زحمت کے ساتھ تراشے بھی عنایت فرمائے حد درجہ ممنون ہوں۔

صد احترام: خادم:۔ تاجور

نوٹ :- آپ کا ریویو اب پڑھا۔ آپ نے شاہکار کے متعلق تو کچھ بھی نہیں لکھا۔ نکتہ چینی کیلئے تو یہاں کے معاصرین کچھ کم تھے۔

تاجور

(۲)

۷ر جولائی ۱۹۳۵ء

محترم قبلہ!

سلام مسنون۔ اپنے عزیز مصروفیتوں میں سے ایک لمحہ التفات ارزانی فرمایئے!
گذارش یہ ہے کہ میں نے اپنے ایک ٹریولنگ ایجنٹ کے ہاتھ آپ کی خدمت "مذہب اور باطنی تعلیم" مصنفہ مرزا سعید بھیجی تھی مگر چار ماہ کے بعد وہ شخص واپس لے آیا اور آپ کے تبادلے کی خبر بھی سنائی لیکن یہ نہ بتا سکا کہ کس ضلع میں ہوا ہے۔ آپ کے تازہ والا نامے سے جو منیجر کے نام موصول ہوا، آپ کا پتہ معلوم ہو سکا اب وہ کتاب آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ اس پر ریویو کیلئے فرصت مل سکے تو اس کی قیمت دو روپئے آٹھ آنے لکھئے!۔
کبھی کبھی کوئی مضمون بھی تفریحی فرصتوں میں لکھ لیا کیجئے۔

خادم
تاجور

(۱)

عالیجاہا۔ آداب۔ میں بغرض شرف نیاز حاصل ہوا تھا مگر جناب تشریف فرما نہ تھے۔ بوجہ مصروفیت کار اب تک حاضر نہ ہو سکا، مکرمی مرزا جعفر علی خاں صاحب اثر ڈپٹی کمشنر سیتاپور سے ملاقات ہوئی تھی جناب سے واقف ہیں۔ فرمایا کہ ضیاء الاسلام علاوہ سخن سنجی کے خود بھی شاعر ہیں۔ مزید شہادت ظہور الحسن صاحب کی ہے۔ پنڈت جگموہن صاحب رینہ ڈپٹی کلکٹر ٹائر کی رائے ہے کہ وسط اپریل یا آخر میں ایک مشاعرہ منتخب غیر طرحی کیا جائے جس میں ظہور الحسن صاحب اور جناب بھی شریک ہوں۔ نہج آپ سے تبادلہ خیال پر منحصر ہوگی۔ میں پھر کسی روز حاضر ہوں گا یا دفتر میں شرف باریابی حاصل کر لوں گا۔ ایک نمبر دل نمبر کا حاضر ہے۔ احسان احمد خاں اور جعفر علی خاں کے ملاحظہ ہیں۔

حکیم ضمیر حسن خاں دل شاہجہانپوری

۲ر اپریل ۱۹۴۰ء

(۲)

۴ر دسمبر ۱۹۴۱ء۔ از شاہجہانپور

محترمی آداب نیاز۔ وہ جلسے ہو چکے ہیں ختم لیکن یاد باقی ہے۔ آپ اکثر یاد آتے ہیں۔ حیات باقی ہے تو کبھی شرف نیاز حاصل ہو ہی جائے گا۔ یہ سن کر مسرت ہوئی کہ جناب بحیثیت مہتمم بندوبست مراد آباد میں تشریف فرما ہیں۔ میرے ایک مخلص کے ملنے والے ظہور احمد کو کلکٹر صاحب شاہجہانپور نے بطور سروئیر مراد آباد بھیجنے پر نامزد کیا ہے۔ ظہور احمد مراد آباد آ رہے ہیں یہ سروے کر آئے ہیں جن کے

سارٹیفکٹ آپ خود ملاحظہ فرمائینگے۔ ان کو کسی موقع میں بغرض سروے تعنات فرمادیجئے تو میرے لئے نہایت شکر گذاری کا محل ہوگا۔ جناب کی اخوت سے امید بھی یہی ہے۔

نیاز کیش حکیم ضمیر حسن دلؔ

(۳)

یکم جنوری ۱۹۹۳ء

محترم دل نواز۔ سلام نیاز۔ صحیفہ گرامی باصرہ نواز ہوا ممنت پزیر ہوں۔ گذارش قابل سماعت سمجھی گئی اور ظہور احمد کا تقرر ہوگیا۔ یہ جناب کے شریفانہ خیال کی دلیل ہے ورنہ شاہجہانپور چھوڑ کر مجھ سے حقیر انسان کو کون پوچھتا ہے جس کا دولت کے اعتبار سے کوئی پوزیشن نہیں۔ خدا جناب کے اخلاص اور اخلاق کو قائم رکھے اور اعلیٰ مراتب پر پہنچائے۔

میں حسب الطلب سر تیج بہادر سپرو ۲۰ر دسمبر ۱۹۴۱ء کو پنجاب میل سے ۹ بجے شرکت اجلاس انجمن روح ادب الہ آباد گیا تھا۔ مقصد انجمن اردو زبان کا تحفظ ہے۔ پہلا دور مقالات کیلئے مخصوص تھا۔ ہندوستان کے قابل مقررین جمع تھے ڈاکٹر عبدالحق صاحب و خواجہ حسن نظامی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں اور بھی اکثر مشاہیر اور مقررین نے اظہار خیالات کیا۔ سر تیج بہادر نے (جو انجمن کے پریزیڈنٹ تھے) افتتاحی تقریر کی، بعد ازاں ابو محمد صاحب نے (جو وائس پریزیڈنٹ تھے) تقریر فرمائی۔ بہت مدلل خیالات تھے بعد ازاں مشاعرہ شروع ہوا۔ سر تیج بہادر نے ان شعرا کے مطالبات پر التفات نہیں کیا جو اپنی فیس مقرر کرتے ہیں۔

احسان دانش، روش صدیقی، متین مچھلی شہری، شفق عماد پوری۔ ہادی مچھلی شہری
ساغر دہلوی کیفی دہلوی۔ نوح ناروی۔ نامی جائسی۔ شوکت تھانوی۔ جگر مراد آبادی، و
دیگر مشاہیر قریب سو شعراء کے شریک مشاعرہ تھے۔ سائل دہلوی وصفی لکھنوی بوجہ
علالت نہ آسکے ان کی غزلیں آگئی تھیں۔ سیماب اکبرآبادی بھی تھے۔ میں پروفیسر
ضامن علی صاحب کا مہمان تھا جو یونیورسٹی الہ آباد کے خاص پروفیسر ہیں۔ پروفیسر
صاحب موصوف نے قریب چھ بجے کے مشاعرہ حال کے باہر مجھ کو اور سیماب صاحب
کو بلایا ایک موٹر تیار تھا جس میں ہم دونوں مثل قیدیوں کے بند کرکے روانہ کئے گئے
مقصد روانگی پوچھا تو فرمایا کہ جس جگہ آپ لوگ پہنچیں گے وہاں معلوم ہوگا۔ ہاں یہ
گذارش کر دینے کی ضرورت ہے کہ سر تیج بہادر صاحب اور ابو محمد صاحب پندرہ بیس
منٹ پیشتر روانہ ہو چکے تھے۔ ہم لوگ ابو محمد صاحب کی کوٹھی پر پہنچائے گئے۔ ابو محمد
صاحب اور سر تیج بہادر وہاں موجود تھے۔ معلوم ہوا کہ حضور نظام اس مشاعرہ کو سننا
چاہتے ہیں۔ اولاً تقریر میں سر تیج بہادر نے مقاصد انجمن بیان کئے بعد ازاں حضور نظام
نے جو اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزل بغرض مشاعرہ بھیجی تھی پڑھ کر سنائی گئی۔ الہ نشر کا انتظام
تھا۔ بعد ازاں ولی عہد بہادر مملکت دکن کی غزل پڑھی گئی۔ اس کے بعد راجہ صاحب
محمود آباد کے بھائی کی غزل پڑھی گئی جو خود بھی موجود تھے۔ پھر سائل دہلوی، صفی لکھنوی
کی غزلیں پڑھی گئیں۔ ساحر دہلوی نے اپنی غزل خود پڑھی۔ نوح ناروی۔ سیماب اکبرآبادی
نامی جائسی نے بھی خود غزل خوانی کی۔ اشعار ہر شاعر نے پانچ سے سات تک پڑھے۔
کیونکہ بوجہ سماعت حضور نظام اختصار کی ہدایت تھی۔ مجکو بھی تخصیص کے ساتھ بلا کر
سماعت کی گئی گیارہ بجے شب تک یہ دور رہا۔ پھر ابو محمد صاحب کی دعوت طعام میں

شرکت کی جو غیر معمولی پر پُر تکلف تھی۔ دیگر شعراء تو رخصت ہو چکے تھے مگر پروفیسر صاحب نے مجھ کو پانچ روز تک مہمان رکھا۔ اس جلسہ میں یہ نئی بات میں نے دیکھی کہ جملہ بارسٹر اور پروفیسر اور ہائی کورٹ کے جج صاحبان و امرناتھ جھا پرنسپل الہ آباد یونیورسٹی ہندوستانی لباس میں شریک بزم تھے۔ ڈاکٹر نجم الدین احمد جعفری بارسٹر بھی موجود تھے۔ آپ کا بھی مقالہ تھا۔ مجھ کو جعفری صاحب کی جناب میں عرصہ سے شرف نیاز حاصل ہے۔ لیکن چند سال سے حضوری کا موقع نہیں ملا تھا۔ چار نوشی کے وقت جب موصوف سے میں نے عرض کیا کہ جناب نے مجھ کو پہچانا تو فرمایا کہ آپ کو میں کبھی نہیں بھول سکتا کیونکہ ہر وقت آپ میرے پہلو نشیں ہیں اور رہیں گے۔ حضور نظام نے سر تیج بہادر کو حیدر آباد طلب فرمایا ہے۔ اگر توجہ فرمائی گئی تو انجمن کو کافی امداد ملنے کی امید ہے۔ یہ انجمن رجسٹرڈ ہو چکی ہے۔

سر تیج بہادر نے ان شعراء کو زیادہ رقم لینے پر شرکت مشاعرہ کرتے ہیں صرف ریلوے انٹر کلاس کرایہ اور زاد راہ بذریعہ منیاڈر بھجوایا تھا۔ جگر مرادآبادی کو مبلغ ؏ کا منیاڈر بھیجا گیا جو موصوف نے واپس کر دیا مگر تشریف لائے تھے پھر کیا دیا گیا یہ علم نہیں۔ اسی طرح احسان دانش اور روش صدیقی کے متعلق نتیجہ کا علم نہیں۔ امید ہے کہ جناب معہ متعلقین بخیریت ہوں گے۔ اگر زندگی باقی ہے تو کبھی شرف نیاز حاصل ہو ہی جائیگا۔ جناب کے شریفانہ طرز عمل کی یاد ہمیشہ دل پر نقش رہے گی۔

نیاز کیش ضمیر حسن خاں دلؔ

شاہجہانپور۔ محلہ ہاتھی تھان

(۴)

۳ر اپریل ۱۹۴۳ء

از شاہجہانپور۔ محلہ ہاتھی تھان

محترمی۔ آداب۔ آج مشاعرہ مرادآباد کا پروگرام معہ دعوتی اطلاع پہنچا۔ شکریہ۔ جناب کا ذوق سخن ہر جگہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ مشاعروں کی شرکت سے اب دل گھبرا گیا ہے کانپور سے بھی طلبی ہے۔ رام پور میں ۹ر ۱۰ر اپریل کو مجلس شعر و سخن منعقد ہو رہی ہے۔ میر مشاعرہ خود تشریف لائے تھے۔ مدعو کر گئے ہیں۔ برابر خطوط آ رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ جناب بھی شریک کیے جائیں۔ بشرط خیریت ارادہ ہے۔ شاہجہانپور میں پنڈت جگموہن ناتھ صاحب رینہ مشاعرہ کر رہے ہیں۔ سو شعراء کی فہرست مرتب ہو چکی ہے آج ۹ بجے شب سے پہلا اجلاس ہے۔ عنوانِ نظم "زندگی اور بہار" پر بیشتر نظم پڑھی جائیں گی۔ دوسرا اجلاس دن کو ۸ بجے سے ایک بجے تک تیسرا اجلاس شب کو تا اختتام۔ باہر کے شعراء میں سیماب صاحب نوح ناروی۔ بہزاد لکھنوی۔ کیفی دہلوی وغیرہ باقی مدعو شعراء پنڈت جی کی ذہنیت کے اعتبار سے۔ نوح صاحب بھی تشریف لا رہے ہیں اور غالباً میرے ہی یہاں فروکش ہونگے۔ موصوف کا نام اعلانی نہیں ہے ورنہ میں تبادلہ خیال کرتا۔ رام پور غالباً میرے ہی ہمراہ ہوں گے ۲۷ر تا ۲۹ر تک بسلسلہ نمائش تحصیلدار صاحب نے مشاعرہ کیا تھا۔ میں تحصیلدار صاحب کی تخصیصی طلب پر شریک ہوا تھا۔ ایک بجے شب کو حکم صادر ہوا کہ آپ کی طرحی غزل دہلوی شعراء کے ساتھ سنی جائیگی۔ بدایوں کے شعراء نے تقاضہ فرمایا کہ ایک غیر طرحی غزل مجھ سے سنی۔ مشاعرہ کا انتظام اچھا نہ تھا اس لیے میں وعدہ شرکت کر کے واپس آیا۔ بوجہ علالت اہلیہ پھر واپس نہیں گیا۔ آپ کے اخلاق کا جو زمانہ قیام شاہجہانپور میں رہا ہے منت پذیر ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ حاضری کی ضرور کوشش

کروں گا۔ نوح صاحب کو ضرور مدعو فرمائیے ساتھ ہو جائیگا۔ غالباً یہ معلوم فرماکر آپ کو مسرت ہو گی کہ پچھلے سال میرے برخوردار شبیر حسین سلمہ نے پریویس۔ایل ایل۔بی میں آگرہ یونیورسٹی سے فرسٹ نمبر پایا۔ یونیورسٹی سے ایک تمغہ بھی ملا ہے۔ ۲۱ر اپریل سے فائنل امتحان ہے۔ ۱۷ر سال کی عمر میں بی۔اے کیا تھا اس لئے سر تیج بہادر صاحب سپرو اور گورنمنٹ آف انڈیا کے بعض افسران نے بھی رائے دی کہ مقابلہ کے امتحان میں ابھی نہیں لیا جاسکتا اس لئے ایل ایل بی کرادو۔ اگر ممکن ہوا تو ایک خوشگو شاعر کو ہمراہ غیر مطلوبہ طور پر لاؤنگا۔

حکیم ضمیر حسین خاں دلؔ

(۵)

۲۹ر اپریل ۱۹۴۳ء

از شاہجہانپور

محترمی جناب ڈپٹی صاحب آداب۔ رام پور۔بھاولپور۔کانپور ان مشاعروں کی شرکت سے بوجہ علالت اہلیہ معذور رہا۔ ہر جگہ معذرت لکھ دی ہے۔ جناب کی کشش اسقدر غالب ہوئی کہ عذر معقول بھی آپ کے اخلاص کے مقابلہ میں نہ سوچ سکا۔ دو بجے شب کو جو ٹرین شاہجہانپور سے روانہ ہوتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ مراد آباد روانہ ہونگا جناب قاضی جن سے آپ متعارف نہیں غالباً میرے ہمرہ ہوں گے۔ عابد صاحب کی ہمراہی مشتبہ ہے۔ ٹرین غالباً دس بجے یکم مئی کو مراد آباد پہنچ جائیگی۔ تا آغاز مشاعرہ کہاں ٹھہرنا ہوگا اس لئے کوئی رہنما اسٹیشن پر ملنا چاہئے۔ ہمارے ہموطن عزیز عظیم الدین خاں آجکل مراد آباد میں ہیں۔

حکیم محمد ضمیر حسن خاں دلؔ

(۱)

۴ر جولائی ۱۹۳۵ء
قصر الادب آگرہ

مکرمی۔ السلام علیکم۔ دونوں اخباروں کے تراشے پہنچ گئے۔ شکریہ۔ دونوں میں ریویو ایک ہی ہے۔ اس لئے ایک ہی ریویو "کارامروز نمبر" میں شائع کردیا جائے گا آپ نے میرے متعلق جن گرامی خیالات کا اظہار فرمایا ہے میں ان کے لئے آپ کا ممنون ہوں۔ میں آپ کے اختلاف خیال سے بھی خوش ہوں۔ گو اسے تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں۔ کارامروز نمبر دیکھنے سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ارباب تنقید میں اختلاف خیال کس قدر متنوع ہے۔ قیمت بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ کارامروز نمبر آپ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ میرے لائق کوئی خدمت؟

نیازمند
سیماب اکبرآبادی

(۲)

۲۵ر دسمبر ۱۹۳۵ء
قصر الادب آگرہ

محترمی۔ میں آپ کے ادبی ذوق اور علمی رجحانات سے بے حد مسرور ہوں۔ انشاء اللہ قصر الادب سے جو نئی کتاب شائع ہوگی وہ آپ کی خدمت میں ضرور بھیجی جائیگی۔ اب تک "کارامروز" کے علاوہ کوئی اہم یا خاص کتاب شائع نہیں ہوئی ہے۔ مگر اب یہ سلسلہ جاری ہوگیا ہے۔ اور امید ہے کہ ہر سال قصر الادب کچھ نئی مطبوعات شائع کرسکے گا۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ "شاعر" میں بھی وقتاً فوقتاً کچھ لکھتے رہیں۔ "شاعر" کا موجودہ معیار میرے مجوزہ معیار سے ہنوز کم ہے۔ اس کی ترفیع اسی صورت سے ہو سکتی ہے کہ آپ جیسے علم دوست حضرات توجہ فرمائیں۔ میں نے بعض دوسرے احباب کو بھی توجہ دلائی ہے۔ یونائیٹڈ اسٹیٹس میں "شاعر" پر بھی ریویو کر دیجئے۔ ایک ایسا ریویو جو اس کی ترقیِ اشاعت میں ممدِ ہو سکے۔ امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

نیازمند
سیماب اکبرآبادی

"تاج" کی اشاعتیں بالوجوہ ملتوی ہیں، جب شائع ہوگا تو آپ کے پاس ضرور بھیجا جائے گا۔

(۴)

۹ر نومبر ۱۹۳۵ء

مکرمی۔ گرامی نامہ پہنچا۔ یہ تو مسلّم ہے کہ کسی چیز کے متعلق کسی کی انفرادی رائے (جب تک جمہوریت اس سے متفق نہ ہو) فیصل کن نہیں ہوتی۔ لیکن "شاعر" کے متعلق آپ کے خیال سے ایک حد تک اتفاق رکھتا ہوں۔ میں خود تو قدیم الخیال نہیں ہوں مگر ہندوستان میں ایسے لوگوں کی اکثریت ضرور ہے، اور اُن کے مذاق کی پذیرائی بھی کسی نہ کسی طرح ہونی چاہئے۔ میں آپ کی رائے معلوم کرنے سے پہلے ہی "شاعر" کی موجودہ ترتیب و معیار میں تبدیلی کا ارادہ کر رہا تھا۔ انشاءاللہ سالِ نو کے آغاز سے نئی ترتیب شروع ہو جائیگی اور آپ کی یہ شکایت باقی نہ رہے گی۔

"تاریخ ادب اردو" کی ہنوز کوئی موثق تدوین نہیں ہوئی ہے۔ جب سکسینہ

اس مقصد میں من کل الوجوہ کامیاب نہ ہو سکے تو بہ اعجاز چہ رسد۔ یہ چھوٹی چھوٹی کتابیں جو اقصائے ملک سے وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں قابل اعتنا نہیں ہوتیں۔ نہ ان کی عمر اشاعت کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ بہر حال میں آپ کے احساس و خلوص کا شاکر ہوں۔

صاحب "شمیم" سے میں قطعاً ناآشنا ہوں۔ صرف "شمیم" کی کچھ جلدیں کمیشن پر بغرض فروخت منیجر صاحب نے لکھنؤ کی کسی بک ڈپو سے منگائی ہیں۔

کیا "شاعر" کیلئے آپ کوئی مضمون مرحمت فرما سکیں گے؟

امید کہ مزاج گرامی مع الخیر ہو گا۔

نیاز مند
سیماب اکبر آبادی

(۴)

۴ر دسمبر ۱۹۳۵ء

مکرمی، والا نامہ پہنچا۔ شکریہ،

گو مجھے آپ کے نقطۂ نگاہ سے اختلاف ہے تاہم میں آپ کے ذوق تنقید و نظر سے بہت مسرور ہوں۔ اور شکوہ سنج بھی کہ آپ اردو صحافت میں کہیں نظر نہیں آتے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟

۱۲ ر ۱۳ ر جنوری ۳۶ء کو ہندوستان اکیڈیمی الہ آباد کا سالانہ جلسہ ہے میں اس میں مدعو ہوں۔ اور ایک مضمون پڑھنا بھی میرے ذمہ ہے۔ اگر نمائش بجنور کا تصادم ان تاریخوں سے نہ ہو گیا اور آپ نے یاد فرمایا تو مجھے شرکت مشاعرہ سے کوئی عذر نہ ہو گا۔ امید کہ مزاج گرامی مع الخیر ہو گا۔

نیاز مند۔ سیماب اکبر آبادی

(۵)

۲۱ر جنوری ۱۹۳۶ء

مکرمی۔ السلام علیکم

والا نامہ پہنچا۔ میں الہ آباد سے واپس ہونے کے بعد بیاور چلا گیا تھا۔ آج ہی صبح میل سے لوٹا ہوں۔ اس لئے اس سے پہلے آپ کے خط کا جواب نہ لکھ سکا۔

دعوت مشاعرہ کا شکریہ۔ میں نے بجنور حاضر ہونے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور اس ارادے کی سب سے بڑی سر خوشی آپ کے حصول نیاز کی مسرت میں تھی۔ لیکن مشاعرہ کمیٹی کی تنگ نگاہی نے اب میرے ارادوں میں تذبذب پیدا کر دیا ہے۔ میں وقت کا ایثار خدمتِ ادب کیلئے ضرور کر سکتا ہوں۔ لیکن مشاعروں کیلئے اپنی جیب پر بار ڈالنا نہیں چاہتا۔

کمپنی نے انٹر ریٹرن دینے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن تانگہ۔ قلی۔ سگریٹ۔ چائے۔ یعنی زادِ راہ کے متعلق وہ خاموش ہے۔ آگرہ سے بجنور تک ۳۔۴ جگہ ٹرین تبدیل کرنی پڑتی ہے۔ کم از کم ایک روپیہ قلیوں کے نذر کیا جائے گا۔ ایک روپیہ کے سگریٹ۔ دھواں ہو جائیں گے۔ تانگے اور چائے وغیرہ میں بھی ایک روپیہ سے کم کیا خرچ ہوگا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آمد و رفت میں چھ روپیہ اپنی جیب سے خرچ کر کے مشاعرہ پڑھا جائے۔ تو بندہ نواز نہ میں مشاعروں کا حریص ہوں نہ اتنا بار میرے لئے قابلِ برداشت ہے۔

اگر کمیٹی آمد و رفت کا پورا انٹر کلاس کرایہ (بلا شرط ریٹرن) اور چھ روپیہ مزید برائے سفر خرچ مجھے ذریعہ تار جمعہ تک بھیج دے تو میں ضرور حاضر ہو سکتا ہوں۔

بصورت دیگر مجھے سفر بجنور یا شرکت مشاعرہ سے معذور سمجھا جائے۔
میں اپنے آرام اور آسائشِ سفر کیلئے ہمیشہ سیکنڈ میں سفر کرنے پر مجبور ہوں۔ الہ آباد اور بیاور بھی سیکنڈ کلاس ہی میں گیا تھا۔ لیکن آپ سے ملنے کے اشتیاق میں انٹر بھی گوارا کر لوں گا۔ اس سے زیادہ ایثار میرے لئے بمقتضائے عمر ناممکن ہے۔
میں غزل کی فکر احتیاطاً کرونگا۔ اور جمعہ کی دوپہر تک روپیہ کا ذریعہ تار منتظر رہونگا۔ اگر روپیہ آئیگا تو جمعہ کی شب کو روانہ ہو جاؤنگا۔ ورنہ خیر۔ امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

نیاز مند
سیماب اکبر آبادی

(۶)

۳ر فروری ۱۹۳۶ء

مخترمی۔ السلام علیکم

میری طبیعت کچھ علیل تھی۔ اس لئے جواب نہ دے سکا۔ باندہ۔ میرٹھ۔ پٹنہ تمام نمائشوں میں مشاعرے ہو رہے ہیں۔ آپ نے مشاعرہ ملتوی کر دیا؟ اب کب ہوگا؟ آپ سے نہ ملنے کا افسوس رہا۔
حکیم عجم آپ کو ضرور بھیج دوں گا۔ لیکن اندیشہ یہ ہے کہ آپ پھر ڈاکٹر اقبال سے مقابلہ کرنے لگیں گے۔ کسی شاعر کا مقابلہ کسی دوسرے شاعر سے ہرگز مناسب نہیں۔ ہر شاعر اپنی جگہ ایک مستقل صاحب طرز ہے لیکن آپ کی تنقید کا عنصر غالب ڈاکٹر اقبال ہوتے ہیں۔ یہ شکایت مجھی کو نہیں سب کو ہے۔ بھلا ساغر نظامی کے ساتھ اقبال کا ذکر کیا ضروری تھا؟ وقس علی ہذا۔ کلام پر من حیثیت الکلام

تنقید ہونی چاہئے نہ من حیثیت الشخصیت۔ اس میں شک نہیں کہ ہر کلام میں صاحب کلام کی شخصیت پوشیدہ ہوتی ہے۔ لیکن کلام بھی تو ایک قسم کی شخصیت ہی ہے۔ عربی کا ایک مقولہ ہے :۔

اُنظر ما قالَ ولا تنظر من قالَ۔

"See what is said & Dont see who says"

تنقید میں یہ مقولہ نظر انداز نہ ہونا چاہئے۔ اقبال کی پرستاری نے آپ کو بدنام کر دیا ہے۔ ڈاکٹر اقبال میرے برادرِ خواجہ تاش ہیں "من واو ہر دو خواجہ تاشانیم"۔ مگر وہ آپ کے یا میرے کسی فیصلے کے ماتحت زبان داں نہیں ہو سکتے زبان اور محاورے کی غلطیاں ان کے یہاں ضرور موجود ہیں۔ رہا خیال تو خیال ایک نعمت مقسوم ہے۔ جو علیٰ قدر عقول تمام کائنات میں منقسم ہے۔ "فضلنا بعضکم علےٰ بعض" سے بحیثیت ایک مسلمان کے آپ بھی منکر نہیں ہو سکتے۔

امید کہ میری اس صاف گوئی کو آپ معاف فرمائیں گے۔

خادم و نیازمند

سیماب اکبر آبادی

(۷)

۱۱ر فروری ۱۹۳۶ء

محترمی۔ السلام علیکم، والا نامہ پہنچا۔ میں علی گڈھ گیا ہوا تھا اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ جی ہاں میں نے ایشیا ہی میں یہ بحث دیکھی تھی۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ شاید آپ نے "بادۂ مشرق" پر ریویو کیا ہے۔

ساغر میرے شاگرد ہیں۔ اس لئے آپ کا یہ خیال کہ انھوں نے ڈاکٹر اقبال
کا اتباع کیا ہے یا ان سے استفادہ، غلط ہے "آگرہ اسکول" ایک الگ ادارہ ہے۔
جس کے مقلد ساغر صاحب بھی ہیں۔ اس اسکول کی خصوصیات آپ کو "بادۂ مشرق"
اور "کلیم عجم" ملاحظہ فرمانے کے بعد معلوم ہو سکیں گی۔ "کار امروز" سے بھی کچھ اندازہ ہوا ہوگا۔
"کلیم عجم" میں آپ کو ضرور بھیجوں گا۔ آپ اسے بالاستیعاب ملاحظہ فرمائیں اور
اس پر تنقید کریں۔ میں تنقید سے کبھی نہیں ڈرتا۔ نہ اپنی کمزوریوں سے لاعلم ہوں۔
مگر چاہتا ہوں کہ جس چیز پر تنقید کیجائے اسے پہلے اچھی طرح سمجھ لیا جائے کار امروز
کے ریویو میں جہاں آپ نے اقبال کو un touched دکھایا ہے وہاں آپ
"کار امروز" کی بعض معصوم اور اچھوتی تخئیلوں کو نظر انداز کر گئے ہیں۔ قومی احساسات
کی تبلیغ اور مغربی اثرات کی تدوین میں وہ کتنے ہی کامیاب کیوں نہ ہوں مگر
زندگی کے دوسرے شعبوں پر ان کا حاوی ہونا مجھے تسلیم نہیں۔ تنقید کیلئے ضروری
ہے کہ شاعر کے ماحول اور شخصیت کے ساتھ دوسرے شعرا کا کلام بھی پیش نظر ہے
"خیال" کی مخالفت میرے خیال میں درست نہیں خیالات ہمیشہ مختلف ہوتے ہیں۔
جب دو انسانی دماغ آپس میں متفق الخیال نہیں ہو سکتے تو آپ شعرا کی ایک تعداد
کثیر کو کیونکر ہمخیال بنا سکتے ہیں اور پھر اگر تمام شعرا ہمخیال یا ایک ہی خیال کی ترجمانی
پر آمادہ ہو جائیں تو تنوع "Variety" کیونکر پیدا ہوگا۔ "کار امروز" دیکھنے سے
آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ غلطی اور ناقدین نے بھی کی ہے۔ دیکھنے کی چیز صرف اتنی
ہے کہ جو خیال کسی شاعر نے ظاہر کیا ہے وہ فی نفسہٖ کہاں تک نیا اور کتنا پسندیدہ
یا مفید ہے۔ عام اس سے کہ اس خیال کی تخلیق پہلے کبھی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

فرید صاحب کو میں تنقید کا اہل نہیں سمجھتا۔ وہ ابھی مشق کر رہے ہیں۔ ممکن ہے کبھی کچھ ہو جائیں۔ لیکن آپ کو میں تنقید کا اہل سمجھتا ہوں۔ آپ کی نظر وسیع ہے اور آپ کو اپنا یہ کام جاری رکھنا چاہیے۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

نیاز مند
سیماب اکبرآبادی

(۸)

۲۰ فروری ۱۹۳۶ء

محترمی، والا نامہ پہنچا شکریہ!

میں نے ساغر صاحب کو "بادۂ مشرق" بھیجنے کیلئے لکھ دیا ہے۔ لیکن جہانتک میرا خیال ہے وہ اپنے مستقر پر اس وقت موجود نہ ہوں گے۔ اس لئے "بادۂ مشرق" کے انتظار میں "کلیم عجم" کا ریویو نہ رو کئے۔ اور یہ کچھ ضروری بھی نہیں کہ دونوں کتابوں پر ساتھ ہی ساتھ ریویو ہو۔

"کلیم عجم" کا ریویو "پائنیر" میں زیادہ موزوں ہوگا۔

سہیل میری نظر سے نہیں گذرتا۔ اگر آپ اپنی ذاتی کاپی (جس میں "کار امروز" پر ریویو ہے) مجھے بھیجدیں تو میں بعدِ مطالعہ شکریہ کے ساتھ واپس کر دوں گا۔

امید کہ جناب مع الخیر ہوں گے۔

نیاز مند
سیماب

(۹)

قصر الادب آگرہ
۳ر اکتوبر ۱۹۴۱ء

بندہ نواز، آداب و نیاز

والانامہ پہنچا۔ میں نے اپنے عریضے میں کمی کی شکایت نہیں کی تھی۔ لیکن چونکہ مقررہ مصارف میں غیر متوقع طور پر وقت ارسال کچھ کمی کر دی گئی۔ اس لئے میں نے صرف اس کمی کا سبب دریافت کیا تھا۔ بہر کیف اگر آپ اس کمی کی تلافی وہاں فرمادیں گے تو یہ ایک معاملہ کی بات ہوگی۔ شکریہ، میں انشاء اللہ تعالیٰ آگرہ سے ۸ر اکتوبر کی رات کو روانہ ہو کر صبح ۹ر اکتوبر کو لکھنؤ جنکشن پہنچوں گا۔ یکم اکتوبر کو بھی میں لکھنؤ تھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اس ٹرین سے وابستہ چھوٹی لائن کی ٹرین ۸ ۱/۴ یا ۸ ۱/۲ بجے صبح روانہ ہوتی ہے۔ اسی ٹرین سے ۲۵ - ۳۰ منٹ میں بارہ بنکی پہنچ جاؤں گا۔ آپ ۹ بجے صبح کے اندر اندر کسی کو بارہ بنکی کے اسٹیشن پر ۹ر اکتوبر کو ضرور بھیجدیں۔ میرا پروگرام یہ ہے آپ سے نیاز حاصل کر کے میں اسی وقت دیوہ شریف روانہ ہو جاؤں۔ دن بھر آستانۂ عالیہ پر رہوں اور شام کو بعد نماز مغرب نمائش میں حاضر ہو جاؤں۔ اس پروگرام کی تکمیل میں جو سہولتیں بحد ممکن آپ مجھے پہنچا سکتے ہوں اُن سے دریغ نہ فرمائیے۔ بے حد کرم ہوگا۔ بس اتنا ملحوظ خاطر رکھئے کہ لاری کی سواری سے میں بہت گھبراتا ہوں۔ البتہ موٹر یا تانگہ میرے لئے زیادہ تکلیف دہ نہیں ہوتے۔

جو تصدیعات میں دے رہا ہوں۔ اُن میں اُن توقعات کو دخل ہے جو

مجھے آپ کی مردم شناسی اور ادب پروری سے ہمیشہ رہی ہیں اور ساتھ ہی ان زحمتوں کا معافی خواہ بھی ہوں۔

دعاگو
سیماب اکبرآبادی

(۱۰)

قصر الادب آگرہ
۶ر اپریل ۱۹۴۳ء

محترمی و عظامی آداب و نیاز

مشاعرۂ مرادآباد کا دعوت نامہ پہنچا۔ آجکل سفر جسقدر مصیبت ناک اور گراں ہے آپ اس سے ناواقف نہ ہوں گے۔ اپنی پسندیدہ کلاس میں سفر کرنا بس کی بات نہیں رہی۔ اس کے علاوہ ضروریات سفر بھی نایاب ہیں۔ ایسے دور میں اتنا عظیم اجتماع یقیناً بڑی ہمت کا کام ہے۔ خدا آپ کو کامیاب فرمائیے۔ مشاعرے کی کامیابی کیلئے آپ کا اسم گرامی اور سر رضا علی بالقابہ کی صدارت ہی ضامن ہو سکتی ہے۔

بہرحال اگر آپ مشاعرہ کمیٹی سے سو روپیہ علی الحساب کرایہ اور مصارفِ سفر کے لئے بھجوادیں تو میں حاضر ہو جاؤں گا۔ بصورتِ دیگر میری شرکت کو فرمائیے۔ امید کہ جناب بہمہ وجوہ مع الخیر و مسرور ہوں گے۔

نیازمند
سیماب اکبرآبادی

(۱۱)

۲۱ر اپریل ۱۹۴۳ء

باسمہٖ تعالیٰ

محترمی آداب و نیاز

میں ۱۵ر کو بمبئی ایک آل انڈیا مشاعرہ کی شرکت کے سلسلے میں گیا تھا۔
کل شام کو واپس آیا ہوں۔ اور آج آپ کے تار کا جواب دے رہا ہوں۔
تار کی عبارت میں بعض الفاظ غلط نقل کر دیئے گئے ہیں۔ بہ ہر حال میں یہ
سمجھتا ہوں کہ غالباً اس کو ریڈیو کیلئے میرے دس اشعار کی ضرورت ہے۔
میں اس ارشاد کی تعمیل کرتا مگر مجبور ہوں کہ ابتک مصرعہ مطرحہ پر اپنی مصروفیت
کی وجہ سے میں نے ایک شعر بھی نہیں کہا۔ دہلی ریڈیو مجھے اچھی طرح جانتا ہے۔
میں اسے اپنی غزل اگر بروقت دوں گا تو بھی یقیناً اسے نشر کرنے سے انکار
نہ ہوگا۔ آجکل مصروفیت کچھ ایسی بڑھی ہوئی ہے کہ کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ ابھی
بمبئی سے آیا ہوں۔ ۲۶ر کو لاہور جانا ہے اور ۲۹ر کو بھاولپور۔ وہیں سے براہ راست
مراد آباد پہنچنا ہے۔ اس وقت تک انشاء اللہ تعالیٰ غزل اور نظم مکمل ہو جائے گی۔
آپ کو یہ تو معلوم ہی ہے کہ میں کسی مشاعرہ میں غیر طرح کلام نہیں پڑھتا۔ طرح کیا
غزل ضرور کہتا ہوں۔

آپ نے پچاس روپیہ بھیجدئے ہیں۔ یہ میرے مطالبہ کا ایک جزو ہیں۔
باقی پچاس روپیہ بھی اگر آپ ۲۵ر تک بھیج دیں تو بڑا کرم ہو۔ میں مصارف سفر
کے سلسلے میں مابعد کا قصہ باقی نہیں رکھتا۔ چونکہ بھاولپور سے مراد آباد پہنچنا ہے

اس لئے مصارف بیش از بیش ہوں گے۔ باور فرمائیے کہ میں ایک سال سے انٹر کلاس میں سفر نہیں کر سکتا سیکنڈ کلاس غنیمت ہوتی ہے۔ اس لئے براہ کرم اس خط کے پہنچتے ہی باقی روپیہ بھی ذریعہ تار بھیج دیجئے۔ اور پھر میری شرکت کا یقین فرمائیے۔ بصورتِ دیگر لاہور جانے سے پہلے میں آپ کا مرسلہ روپیہ واپس کرتا جاؤنگا۔ میں اپنے وقت کی کوئی قیمت نہیں چاہتا لیکن سفر ضرور بہ آرام کرنا چاہتا ہوں۔ امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

نیاز مند
سیماب اکبر آبادی

(۱۲)

۲۵ اپریل ۱۹۴۳ء

محترمی، آداب و نیاز،

جواب خط ملا۔ شکریہ۔ آپ نے اپنے خط میں جن مجوّزات کا بار بار اعادہ فرمایا ہے وہ محفوظ ذہن ہیں۔ "ارادہ تھا کہ آپ کی تشریف آوری پر کچھ اور نذر کر دیا جائے"۔

"ارادہ تھا کہ آپ پچاس روپیہ بطور کرایہ قبول کریں گے اور آپ کے یہاں تشریف لانے پر اور کچھ آپ کی نذر کر دیا جائیگا"۔

"اگرچہ اُستادوں کی خدمت ہم سیکنڈ کلاس کے کرایہ سے بھی زائد پیش کر رہے ہیں اور اس کے علاوہ بھی پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن پیشگی کی شرط پوری نہیں کر سکتے"۔ ـــــــــ،

دو جملے آپ کے خط میں متضاد بھی ہیں :-

"اگر آپ بقولِ خود وقت کی کوئی قیمت نہیں چاہتے تو یہ کافی ہونا چاہیے تھا۔"

"ارادہ ہے کہ اب صرف ان شعرا کو بلایا جائے جو کرایہ اور اپنے وقت کی معقول قیمت لینے پر راضی ہوں"۔

خط کے پہلے اقتباسات میں کافی کشش ہے۔ اور دوسرے اقتباس میں آپ کی طرف سے مایوسی کا اظہار ہے یہ کشش اور یہ مایوسی مجھے متاثر کرنے کے لئے کافی ہیں۔

اب میں ارادہ کر رہا ہوں کہ مراد آباد ضرور آؤں۔ اور ایک خادمِ ادب نیز آپ کا نیاز مندِ قدیم ہونے کی حیثیت سے آپ کو (کم از کم اپنی طرف سے) مایوس نہ کروں۔

بھاولپور سے مراد آباد کا سیکنڈ کلاس کرایہ 39/11 اور مراد آباد سے آگرہ کا کرایہ 14/8 ہے۔ قلی، تانگہ، سگریٹ، کھانا اور سفر کے ضروری اخراجات اس میں شامل نہیں ہیں۔ اگر مجھے آگرہ سے حاضر ہونا ہوتا تو یقیناً میں آپ کو زحمتِ مزید نہ دیتا۔ بہر حال اب تو آ رہا ہوں۔

"تو دانی حسابِ کم و بیش را"

علاوہ بریں اب ذرا مشکلاتِ سفر کا بھی اندازہ فرمائیے۔ بھاولپور سے ۳۰ اپریل کو صبح چار بجے چلوں گا۔ شام کو ۴ بجے لاہور پہنچوں گا۔ اور ۶ بجے شام کو کلکتہ میل سے روانہ ہو کر یکم مئی کو صبح ۶½ بجے تک براہ راست مراد آباد پہنچوں گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ بھاولپور سے دہلی ہو کر مراد آباد آتا

توکرایہ دہی ۱۱/39 ہوتا مگر براہ لاہور کرایہ بھی نسبتاً زیادہ ہے۔
کسی کو اسٹیشن پر ضرور بھیج دیجئے۔ امید کہ قیام وطعام کا انتظام آپ کے زیر نظر ہوگا۔ میرے خط سے آپ کو جو تکلیف یا غلط فہمی ہوئی اس کا معذرت خواہ ہوں۔ امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔
سر سید رضا علی صاحب سے میرا سلام کہد یجئے۔

نیاز مند
سیماب اکبرآبادی
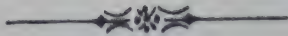
ماڈل ٹاؤن (لاہور)

۲۴ مارچ سنہ ۱۹۴۱ء

جناب کرم فرمائے بندہ۔ السلام علیکم

مشاعرے کے سلسلہ میں جناب کا ۱۷ مارچ کا لکھا ہوا گرامی نامہ ملا۔ میں اپنے کاروبار کے سلسلہ میں صوبہ سرحد کا دورہ کر رہا تھا۔ اس لئے یہ خط ذرا دیر سے ملا۔ اس لئے جواب میں التواہو گیا معافی چاہتا ہوں۔

آپ نے ۵-۶ تاریخیں مشاعرے کیلئے لکھی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں دو دن نہیں ٹھہر سکوں گا۔ میں تنہا آدمی ہوں۔ اور میرا چھوٹا سا اپنا کاروبار ہے جو میری موجودگی چاہتا ہے۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں ایک دن کے لئے میں رہ سکتا ہوں۔ اب یہ آپ فیصلہ فرمائیں کہ دونوں تاریخوں میں کونسی تاریخ آپکو میری حاضری درکار ہے۔ سر تیج بہادر سپرو صدارت کریں یا امرناتھ جھا صاحب مشاعرہ براڈکاسٹ ہو یا کسی بند کمرے میں محدود رہے میرے لئے برابر ہے۔ میں تو آپ کی خوشنودیِ طبع کیلئے یہ سفر اختیار کر سکوں گا۔ اور بس۔

اب میرے اخراجات اور زادراہ کا سوال آتا ہے۔ کیا آپ کی انجمن مشاعرہ مجھے ایک سو روپیہ اور سیکنڈ کلاس کا کرایہ ارسال کر سکے گی؟ اگر انجمن یہ رقم ارسال کر دے تو میں ۵ یا ۶ جس تاریخ کو آپ لکھئے حاضر ہو جاؤنگا۔

آپکا دعاگو

حفیظ جالندھری

وہ کہتے ہیں اگر فرصت ہوئی تو میں نہیں ہوتا
جو ہوتا ہوں کبھی میں، تو مجھے فرصت نہیں ہوتی"

یہ ہاتف کے نہیں الفاظ پر دل میں اترتے ہیں
بجز الہام، لذت یاب یوں فطرت نہیں ہوتی!!

۶ ہزاروں فرصتیں قربان ہوں، ایسے "نہ ہونے" پر
کہ خود "ہونا" "نہ ہونے" کی کبھی قیمت نہیں ہوتی

"نہ ہونا" خواہ وقتی ہو، حقیقت میں خدائی ہے
کہ بندے کو "نہ ہونے" کی کبھی جرأت نہیں ہوتی

اِدھر آ! میں ذرا قربان ہولوں، اس "نہ ہونے" پر
کہ دنیا میں جزائے ہوش یہ نعمت نہیں ہوتی

نہ کر کچھ ذکر "ہونے" کا خرابِ ہوش رہنے دے
مجھے خود بھی تو ایسے ہوش کی فرصت نہیں ہوتی

"نہیں ہوتے" کبھی جو اُن سے اے ادراک کہہ دینا
کہ "ہوتے" وقت کیا تم کو کبھی حیرت نہیں ہوتی!؟

"نہ ہونا" اور "ہونا" راز کیا ہے؟ میں نہیں سمجھا۔
کہ "ہونے" کو "نہ ہونے" سے کبھی نسبت نہیں ہوتی

"نہ ہونا" بھی انھیں کا اور "ہونا" بھی انھیں کا ہے
جنھیں "ہونے" نہ ہونے کی کبھی حسرت نہیں ہوتی

کوئی بے صوت کہتا تھا سُنا ہے سامعہ میں نے
حقیقت حصۂ بیگانۂ حکمت نہیں ہوتی
"نہ ہونا" کفر ہے، "ہونا" فریبِ ہوش ہے، یعنی
وہی ہے کچھ، جو ان میں سے کوئی حالت نہیں ہوتی"
"نہ ہونے" کی فضا میں اب اگر فرصت میسر ہو
یہ کرنا تجربہ، کیوں انجمن خلوت نہیں ہوتی؟
وہ اپنے آپ ہوں آئینہ خانے میں تماشا ہو
نظر آجائے یہ، وحدت کبھی کثرت نہیں ہوتی
یہ کس کے لفظ تھے فرصت ہوئی تو میں نہیں ہوتا
جو ہوتا ہوں کبھی میں، تو مجھے فرصت نہیں ہوتی"
مجھے تا دیر اے مطرب یہی نغمہ سُنائے جا
کہ بہرِ ذوق اس سے خوبتر حالت نہیں ہوتی
اگر تخلیقِ عالم پھر کبھی اے حضرتِ حق! ہو
تو کہنا چاہتا ہوں کچھ مگر۔ جرأت نہیں ہوتی
مناسب ہو اگر لمحاتِ فرصت خلق فرمانا
کہ بے فرصت مکمل جوششِ وحشت نہیں ہوتی
یہ فرصت کیا ہے کہ حائل ہے "نہ ہونے" اور "ہونے میں"
تعجب ہے کہ اس سے خود تجھے زحمت نہیں ہوتی

اُدھر تیری تجلّی پائے گی تکمیل، اِدھر ہم بھی
نہ سُننے پائیں گے پھر یہ کبھی "فرصت نہیں ہوتی"
رہیں گے ہم مگن "ہونے، نہ ہونے" کے فریبوں میں
علاج اس کا مگر کیا؟ مطمئن فطرت نہیں ہوتی۔

اعظم خسروی